جامعہ امام محمد انور شاہ دیوبند کا علمی، دینی، ادبی ترجمان

ماہنامہ

محدثِ عصر

بانی

فخر المحدثین حضرت مولانا سید انظر شاہ مسعودی کشمیری رحمہ اللہ

مدیر

سید احمد خضر شاہ مسعودی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: محدثِ عصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ

جامعہ امام محمد انور شاہ دیوبند کا علمی، دینی، ادبی ترجمان

ماہنامہ

محدثِ عصر

اپریل ۲۰۱۷ء، جلد نمبر ۱۸، شمارہ نمبر ۳، سلسلہ نمبر ۱۷۸

بانی: فخر المحدثین حضرت مولانا سید انظر شاہ مسعودی کشمیری رحمہ اللہ

مدیر: سید احمد خضر شاہ مسعودی

اشتراک وتعاون

اندرون ملک:
فی شمارہ -/15 سالانہ -/150
خصوصی -/1000
تاحیات -/10000

بیرون ملک:
سالانہ:20 امریکی ڈالر
خصوصی:100 امریکی ڈالر
تاحیات:500 امریکی ڈالر

شائع کردہ

جامعۃ الامام محمد انور شاہ دیوبند

عقب عیدگاہ، دیوبند 247554 (یوپی)
فون آفس: 01336-220471 فون وفیکس (مدیر) 01336-222471-223371
موبائل (مدیر): 08006075484
ای۔میل: ahmadanzarshah@gmail.com

ورق درورق

صریرخامہ

قرطاس وقلم

قندمکرر

عصریات

سیّد احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری

پھر وہی ہوا، جس کا خدشہ تھا، مسلم ووٹ بری طرح بکھر گئے اور بی جے پی اپنے جھنڈے گاڑ گئی۔ زعفرانی پارٹی کی ایسی فتح جس کی توقع کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھی، آزادسروے کی نظر بھی وہاں تک نہ پہنچ سکی تھی۔ مختلف ذرائع ابلاغ نے پیش گوئیاں کی، مگر وہ سب کی سب غلط در غلط۔ ایگزٹ پول کے حساب سے بھاجپا کو بہت سے بہت ۲۱۰ نشستیں مل رہی تھیں، لیکن یہ اندازہ بھی محض ''اٹکل'' ہی ثابت ہوا۔ بھگوا محاذ ۴۰۲ میں سے ۳۲۵ سیٹیں لے اڑا۔ یوپی سمیت دیگر چار صوبوں میں بھی اسی کا سکہ چلا، پنجاب میں کانگریس نے بازی ماری۔

پنجاب، گوا، منی پور، اتر پردیش اور اترا کھنڈ کے نتائج مقررہ تاریخ ۱۱/مارچ کو آگئے۔ چار چار ریاستیں بھاجپا کے حصے میں چلی گئیں۔ مقامِ غور وفکر ہے کہ انتخابات سے قبل نوٹ بندی کو لے کر پورا ملک پریشان تھا، کیا اپنے، کیا بیگانے۔ ہر جگہ احتجاجی مظاہرے، دھرنے جلوس۔ تقریباً ہر ہندوستانی درد وکرب میں مبتلا۔ بینکوں اور اے ٹی ایم کے باہر شیطان کی آنتوں کی طرح طویل قطاروں سے نیم جان۔ سرکاری محکموں میں نوٹ کی تبدیلی کے لئے مجنونانہ تگ ودو۔ سینکڑوں جانیں گئیں، لاتعداد شادیاں ملتوی ہوئیں، عوام حکومت کے فیصلے سے نالاں اور ''کرنسی منسوخی'' پر آتش پا۔ مگر ان کے باوجود ملک پر زعفرانی رنگ کا غلبہ کرشمہ ہی کہلائے گا۔ بعض سیاسی جماعتیں اس فتح کو ''ای وی ایم'' کی کارستانی بتاتی ہیں۔ بی ایس پی سربراہ مایاوتی کے بقول: اتر پردیش میں بھاجپا کی فتح کا راستہ ہموار کرنے کے لئے الیکٹرانک ووٹنگ مشین میں گربڑ کی گئی تھی۔ بی ایس پی کے علاوہ ایس پی اور ''عام آدمی پارٹی'' نے بھی ان ''ناقابلِ یقین'' نتائج کو مشین کا کمال بتایا ہے، یہ جماعتیں ''خرابیٔ مشین'' پر دلائل بھی رکھتی ہیں۔ بات ہوتے ہواتے عدالت تک پہنچ بھی گئی ہے اور ہائی کورٹ نے اس مقدمہ کی سماعت کا اعلان بھی کر دیا ہے۔

اس الیکشن کا نتیجہ جو بھی رہا، اسے تسلیم کیا جانا چاہئے۔ جمہوری ملک میں جمہوریت کی راہ سے اقتدار تک پہونچنے والی ہر جماعت ''آئین ہند'' کے پیش نظر قابل احترام ہے۔ یہاں شکوہ نام نہاد سیکولر پارٹیوں کے علاوہ اپنوں سے بھی ہے، سیکولر پارٹیوں سے تو یہ کہ انہوں نے بھگوا محاذ کو روکنے کے لئے ''ہمہ پہلو

مشق‘‘ نہیں کی۔ وہ آپس میں ہی دست وگریباں رہیں۔ بہار کا نمونہ ان کے سامنے تھا، لالو اور نتیش کمار کی باہمی چپقلش بھی ان کے سامنے تھی اور بی جے پی کی راہ روکنے کے لئے ان کا عظیم اتحاد بھی، مگر انہوں نے اس سے سبق لینے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ نتیجہ وہی آیا جو آنا چاہئے، ایسے حالات میں اس کے علاوہ اگر کوئی دوسرا نتیجہ آتا تو حیرت ہوتی، ’’کانگریس، ایس پی اتحاد‘‘ سے کسی کرشمے کی امید تو کیا ہوتی، موہوم سا گمان بھی اس کے امکان کا منکر تھا۔ باپ بیٹے کی خانہ جنگی نے بات پہلے ہی بگاڑ دی تھی۔

اپنوں سے شکایت یہ کہ مسلمان نے ہی مسلمان کو کاٹا۔ ایک ہی سیٹ پر دو دو تین تین مسلمان کھڑے ہو گئے۔ قربانی دینے پر کوئی آمادہ نہ ہوا۔ مثل مشہور ہے کہ جب دو بھیڑیوں میں لڑائی ہو تو بکری کے فرار کا راستہ مل جاتا ہے۔ مسلمانوں نے ملت کا مفاد پس پشت ڈال کر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا۔ اگر افہام وتفہیم سے کوئی ایک مسلم بیٹھ جاتا تو متفقہ امیدوار کی یقینی فتح ہوتی، لیکن قوم مسلم کی شامتِ اعمال کہ ایسا ممکن نہ ہو سکا۔ جہاں کہیں بھی مسلمان ہارا تو اس کی وجہ ووٹوں کی تقسیم رہی۔ شکست خوردہ مسلمان ۸۶ جگہ دوسرے پائیدان پر رہے۔ صرف ۲۴/امیدوار ہی فتح کا ذائقہ چکھ سکے۔ بی جے پی نے کسی مسلم کو ٹکٹ ہی نہیں دیا تھا، پھر اس کی فتح وشکست کا کیا سوال؟

○○○

بی جے پی کی اس ’’عظیم فتح‘‘ کے بعد ’’وزارت علیا‘‘ کے لئے متعدد نام آئے، کیشو پرساد موریہ، منوج سنہا اور مرکزی وزیر داخلہ راج ناتھ سنگھ۔ یہ جناب پہلے بھی وزیر اعلیٰ رہ چکے تھے، غالب امکان یہی تھا کہ راج ناتھ سنگھ کو وزیر اعلیٰ بنایا جائے گا۔ ذرائع ابلاغ میں شدت کے ساتھ ان کا نام اچھلا، مگر ان کے انکار کے بعد منوج سنہا سرخیوں میں آئے۔ اس نام پر مہر بھی لگ چکی تھی، انہیں ۲۲۴/ممبرانِ اسمبلی کی حمایت بھی حاصل تھی، اپنی مسند کا تیقن دیکھ کر وہ شکرانے کے لئے مندر سے بھی ہو آئے تھے کہ بازی پلٹ گئی اور آر ایس ایس سربراہ کے ایک فون نے ’’یوگی‘‘ کی قسمت چمکا دی۔ ۱۹/مارچ کو یوگی آدتیہ ناتھ نے ۲۱/ویں وزیر اعلیٰ کے طور پر عہدہ اور راز داری کا حلف لیا، ان کے ساتھ دو نائب وزراء اعلیٰ بھی منتخب ہوئے، ایک کیشو پرساد موریہ اور دوسرے دنیش شرما۔ یو پی کی تاریخ کا اوّلین فیصلہ۔ محسن رضا نامی واحد مسلم بھی اس کابینہ میں شامل۔

یو پی کے نئے وزیر اعلیٰ ’’یوگی آدتیہ ناتھ‘‘ کا آبائی تعلق بنیادی طور پر گڑھوال (اترا کھنڈ) سے ہے۔ یہ گورکھ پور کے ’’گورکھ ناتھ مٹھ‘‘ کے مہنت ہونے کے ساتھ شدت پسند ہندو تنظیم ’’ہندو یوا واہنی‘‘ کے بانی بھی ہیں۔ یہ تنظیم اپنی جارح مزاجی کی بنا پر بدنامِ زمانہ ہے۔ گورکھ پور، دیوریا، مہاراج گنج، کشی نگر اور

سدھارتھ نگر سے لے کر مئو، اعظم گڑھ تک مسلمانوں پر حملے اور فرقہ وارانہ تشدد بھڑکانے کے درجنوں مقدمات درج ہیں۔خود یوگی آدتیہ ناتھ پر بھی اقدامِ قتل، فساد بپا کرنے، سماجی ہم آہنگی کو نقصان پہنچانے، دو فرقوں کے درمیان نفرت پھیلانے جیسے متعدد الزامات کے تین کیس درج ہیں۔ یوگی کی شبیہ انتہا پسند لیڈر کی رہی ہے،ان کے بیانات بعض مواقع پر مسلم دشمنی کے سفیر تسلیم کئے جاتے رہے۔ جون ۲۰۱۶ء میں انہوں نے کہا تھا: ''جب ایودھیا میں متنازعہ ڈھانچہ گرانے سے کوئی نہ روک سکا تو مندر بنانے سے کون روکے گا؟ جون ۲۰۱۵ء میں ان کا یہ خیال بھی سامنے آیا: جولوگ یوگا کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ہندوستان چھوڑ دینا چاہئے، جولوگ سوریہ نمسکار نہیں مانتے انہیں سمندروں میں ڈوب جانا چاہئے'' فروری ۲۰۱۵ء میں ان کا یہ بیان تو خاصا اشتعال انگیز رہا: ''اگر انہیں اجازت ملے تو وہ ملک کی تمام مساجد کے اندر گوری، گنیش کی مورتی نصب کروا دیں گے،آریہ ورت نے آریہ بنائے، ہندوستان میں ہم ہندو بنا دیں گے، پوری دنیا میں بھگوا پرچم لہرا دیں گے، مکہ میں غیر مسلم نہیں جاسکتا، ویٹیکن میں غیر عیسائی نہیں جاسکتا، ہمارے یہاں پر ہر کوئی آسکتا ہے''۔ اگست ۲۰۱۴ء میں ان کی آتش بیانی کا یہ نمونہ بھی سامنے آیا: ''ہم نے فیصلہ کرلیا ہے کہ اگر وہ ایک ہندو لڑکی کا مذہب تبدیل کرواتے ہیں تو ہم ۱۰۰ر مسلم لڑکیوں کا مذہب تبدیل کروائیں گے''۔

جس سیاسی رہ نما کے خیالات کی پرواز یہ ہو،اس کا برسرِ اقتدار ہونا کس قدر تشویش ناک ہوسکتا ہے!! نہ کند گرگ پوستیں دوزی۔ چنانچہ وہی ہوا اور وزیر اعلیٰ بنتے ہی ریاست میں سارے ذبیحہ خانے بند۔نوٹ بندی کے بعد اب گوشت بندی۔ اعلان یہی ہے کہ غیر قانونی سارے ہی ذبیحہ خانے بند کئے جائیں گے۔ ذرائع کے مطابق اب تک ۳۰۰ر ذبیحہ خانے پر قفل چڑھا دیئے گئے۔صورت حال یہ ہے کہ ریاست میں بڑے کے ساتھ چھوٹے گوشت بھی ناپید،چکن سینٹر بھی بند ہو گئے، ہزاروں لوگوں کے لئے روزگار کا مسئلہ کھڑا ہو گیا۔ گوشت تاجران اب احتجاج پر اتر آئے ہیں،لیکن حکومت کان میں تیل ڈال کر سو رہی ہے۔ یوگی کا یہ قدم یو پی کو اقتصادی بدحالی میں مبتلا کر دینے والا ہے، اس کا اثر اکنامی اور روزگار دونوں پر پڑے گا،جس کے فوراثرات ظاہر ہونا شروع بھی ہو گئے ہیں۔ ذرائع کے مطابق ذبیحہ خانوں پر یہ پابندیاں یو پی کو ۵۶ رہزار کروڑ کا نقصان کرا سکتی ہیں۔سلاٹر ہاؤس پر یہ بندشیں بی جے پی کے انتخابی منشور کا حصہ ہیں۔

کہنے کو تو یوگی ''سب کا ساتھ، سب کی ترقی'' کے ایجنڈے کے مطابق یو پی کو چلائیں گے، خدا کرے ایسا ہی ہو، وزارت ملنے کے بعد سے جارح بیانی بند ہے، تاہم مسلمانوں میں خوف و ہراس فطری ہے، اشاروں اشاروں میں ان کی جارحیت ساری داستان عیاں کر رہی ہے۔ ۴۰ر محکمے ان کے پاس ہیں،

صرف ایک مسلم چہرہ ان کے کابینہ میں ہے۔ حالات جیسے سنگین ہیں، ان سے رہائی کے لئے حسنِ تدبیر اور رجوع الی اللہ کے سوا اب کوئی راستہ نہیں بچا ہے۔

○○○

بابری مسجد کا مسئلہ پھر زوروں پر ہے۔ ۶/مارچ کو سپریم کورٹ نے ۱۳/افراد کے خلاف مشترکہ سماعت کا فیصلہ کر ڈالا۔ ان تیرہ افراد میں بی جے پی لیڈران لال کرشن اڈوانی، اوما بھارتی، کلیان سنگھ، مرلی منوہر جوشی، شیوسینا سربراہ آں جہانی بال ٹھاکرے، وی ایچ پی رہنما گری راج کشور کے نام نمایاں ہیں۔ ان کے علاوہ ونے کٹیار، وشنو ہری ڈالمیا، ستیش ماسٹر، مسی آر بنسل، اشوک سنگھل، سادھوی رتھمبرا، مہنت اویدیناتھ جیسے نام بھی شامل ہیں۔ ان پر بابری مسجد کے خلاف مجرمانہ سازش کے الزامات تھے، مئی ۲۰۰۱ء میں خصوصی عدالت نے انہیں ان الزامات سے بری کر دیا تھا، الہ آباد ہائی کورٹ نے مئی ۲۰۱۰ء میں خصوصی عدالت کے فیصلے کو برقرار رکھتے ہوئے انہیں بےقصور قرار دیا تھا۔ اس فیصلے کے خلاف سی بی آئی اور مرحوم حاجی محبوب احمد نے سپریم کورٹ عرضی دائر کی تھی، جس پر سماعت کرنے کے بعد عدالت نے تیرہ افراد کے خلاف مشترکہ سماعت کا فرمان جاری کیا ہے۔ جسٹس پی سی گھوش اور جسٹس آر ایف نریمن کی بنچ نے کہا ہے کہ متنازعہ ڈھانچہ گرائے جانے کے واقعہ کے بعد دو ایف آئی آر درج ہوئی تھیں، عدالت کو ان دونوں سے متعلق معاملات پر مشترکہ سماعت کا حکم جاری کرنے کا بھی اختیار ہے۔ ہم تکنیکی بنیاد پر الزام سے بری کرنا قبول نہیں کریں گے اور مکمل چارج شیٹ کی اجازت دیں گے۔ عدالت کا یہ فیصلہ ان ملزمان کے وکیل کو منظور نہیں ہے، ان کے بقول: دونوں ایف آئی آر کے ملزم الگ الگ ہیں اور ان کے مقدمات کی سماعت مختلف مقامات پر کافی آگے بڑھ چکی ہے، ان کی مشترکہ سماعت کا مطلب از سر نو کارروائی ہے۔

۲۱/مارچ کو سپریم کورٹ کا ایک نیا ''مشورہ'' سامنے آیا۔ عدالت عظمیٰ کے سربراہ جسٹس کیہر نے بابری مسجد اور رام جنم بھومی ملکیت کے تنازع کو باہمی گفت وشنید سے حل کرنے کی تجویز دی، ان کا کہنا تھا کہ ''یہ بہت ہی حساس معاملہ ہے، اس لئے بہتر ہوگا کہ اس تنازع سے وابستہ تمام فریق اس کو باہمی رضامندی سے حل کرلیں، اگر متعلقہ فریق چاہیں تو وہ خود اس معاملہ میں مداخلت کرنے کو تیار ہیں، کسی دیگر عدالتی حکام کو بھی وہ اس کے لئے منتخب کر سکتے ہیں۔ چیف جسٹس آف انڈیا کا یہ مشورہ بھاجپا لیڈر سبرامنیم سوامی کی درخواست پر سماعت کے دوران آیا ہے۔ ان کی اپیل ہے کہ اس قضیے کو جلد از جلد ختم کر دیا جائے۔

بابری مسجد کا معاملہ ۲۷/سالوں سے عدالت میں زیر سماعت ہے۔ دونوں اپنے اپنے دلائل بالتفصیل پیش کر چکے۔ اب صرف فیصلے کا انتظار ہے۔ عدالت کا کام ثبوتوں کی بنیاد پر فیصلہ سنانا ہے نہ کہ

جذبات اور عقائد کی بنیاد پر۔ چیف جج کا یہ مشورہ سرآنکھوں پر، مگر جو مسئلہ اتنے برسوں تک حل نہ ہوسکا، وہ اب کس طرح حل ہوجائے گا؟ حالاں کہ اس کے لئے دونوں فریق متعدد بار اکٹھا ہوئے، مجلسیں ہوئیں، مفاہمتیں ہوئیں، تجویزیں رکھی گئیں، لیکن بات جہاں سے چلی تھی وہیں کی وہیں رکی رہی۔ پیچیدگی برقرار ہے، ایک آدھ کو چھوڑ کر سارے مسلم قیادت کا خیال یہی ہے کہ اس قضیے کو سپریم کورٹ ہی حل کرے۔ کیوں کہ مسلمان اپنے موقف سے نہیں ہٹ سکتا، ان کا موقف یہ ہے کہ مسجد جہاں ایک مرتبہ تعمیر ہوگئی، وہ ہمیشہ کے لئے مسجد کی ہوجاتی ہے، اس پر کسی طرح کی کوئی دوسری تعمیر ممکن نہیں، جب کہ فریق ثانی کا خیال ہے کہ یہ جگہ ''رام جنم بھومی'' ہے، اس سے دستبرداری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ باہم گفت وشنید کا نتیجہ ''نشستند گفتند، برخاستند'' کے علاوہ نکلا ہے، نہ نکل سکتا ہے، عدالتِ عظمیٰ ہی دلائل کی روشنی میں اس قصے کو انجام تک پہنچائے تو بات ہے۔

ایک طرف عدالت عالیہ کا مسلمانوں سے ''ہمدردانہ'' مشورہ ہے اور دوسری طرف بھاجپا لیڈر سبرامنیم سوامی کی زہرافشانی۔ ۲۲/مارچ کو سوامی نے مسلمانوں کو دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ بابری مسجد کی ضد ہی ہے تو سرجوندی کے پار مسجد کی تعمیر کرلیں، اگر قدیم جگہ پر ہی مسجد کی تعمیر ضد رہی تو فائدہ ندارد۔ مسلم سماج مان لے، ورنہ ان کی حکومت ۲۰۱۸ء میں قانون بنا کر رام مندر کی تعمیر کرلے گی۔ ان کی آتش بیانی سے یہ جملہ بھی نکل گیا ''سپریم کورٹ کی اجازت سے ۱۹۹۴ء سے ہی رام جنم بھومی میں ''رام للا'' کا عارضی مندر قائم ہے، وہاں پوجا بھی ہورہی ہے، اگر کسی میں ہمت ہے تو اسے گرا کر دکھادے۔

جس مسئلہ کی حساسیت کا یہ عالم ہو، اس پر سپریم کورٹ خود ہی کوئی فیصلہ کرے تو ہر طبقہ کو منظور ہوگا، ورنہ اس مسئلہ نے ابھی ۲۷/برس ہی دیکھے ہیں، صدیوں دیکھ سکتا ہے۔ اس کے حل کی امید لگانا ہتھیلی پر سرسوں اگنے کی امید لگانا ہے۔

○○○

ہندوستان کا چپہ چپہ مسلمانوں کے محبّ وطن ہونے کی دلیل

''ہندوستان جس طرح ہندوؤں کا وطن ہے، اسی طرح مسلمانوں کا بھی وطن ہے، ان کے بزرگوں کو ہندوستان آئے صدیاں گزرگئی ہیں، ہندوستان کے چپے چپے پر مسلمانوں کی شوکت کے آثار موجود ہیں، جو زبانِ حال سے مسلمانوں کی وطن سے محبت کی شہادت دیتے ہیں، مسلمانوں کی موجودہ نسل کا تو خمیر ہی ہندوستان کے آب وگل سے بنا ہے، اس لیے مسلمانوں کو ہندوستان سے ویسی ہی محبت ہے جیسی کہ ایک سچے محب وطن کو ہونی چاہیئے''۔ (امام العصر علامہ سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ، خطبۂ صدارت: ص ۱۹)

(قسط اوّل)

قادیانی فتنہ
اور حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ

باز گواز نجد واز یارانِ نجد تا درو دیوار رر آری بوجد
کز برائے صحبتِ حق سالہا باز گو رمزے ازاں خوش حالہا

امت محمد یہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کی امتیازی فضیلت ہے کہ پوری امت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوتی اور امت میں تا قیامت ایک ایسی جماعت قائم رہنے کی بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح طور پر دی ہے جو دین حق کی اصلی ہیئت پر قائم رہ کر اس کے اندر پیدا ہونے والے رخنوں کی اصلاح کرتی رہے گی۔ اس کو اللہ کی راہ میں نہ کسی کا خوف مانع ہوگا نہ طمع۔ ایسے ہی لوگوں کے حق میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

ان اللّٰہ لیغرس لھذا الدین غرساً

اللہ تعالیٰ اس دین کی خدمت کے لیے پودا لگا تا رہے گا۔

یہ ضروری نہیں کہ اس جماعت کے افراد سب کسی کو ایک ہی جگہ یا کسی ایک بستی یا ایک ملک میں ہوں، بلکہ اللہ تعالیٰ اس جماعت کے افراد کو ہر زمانہ اور خطہ میں پیدا فرماتے رہتے ہیں۔

ان کی خصوصی علامت یہ ہوتی ہے کہ دین کے فروغ اور اس میں پیدا شدہ رخنوں کی اصلاح، عام مسلمانوں کی خیر خواہی، ان کو دین کے صحیح راستہ پر چلانے کا داعیہ ان کے قلوب میں ایسا رچا ہوا ہوتا ہے کہ یہ جذبہ ان کے حوائج ضروریہ انسانیہ کا درجہ لے لیتا ہے۔ ان مقاصد میں کسی جانب سے خلل آتا ہے تو انہیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہمارا گھر جل گیا۔ ہم لٹ گئے۔

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیرؔ
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

خدمت خلق اور اصلاح خلق ان کے لیے طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہزاروں شکر ہے کہ اس نے جن بزرگوں کی صحبت کا شرف عطا فرمایا، ان میں کافی تعداد ایسے حضرات کی تھی جن کے چہرے دیکھ کر خدا یاد آئے، جن کی زندگی کو دیکھنے والا بے تامل یہ کہہ اٹھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے دین کی اور مسلمانوں کی خدمت ہی کے لیے چن لیا ہے۔

اِنَّا اَخۡلَصۡنٰهُمۡ بخالصة ذکری الدار

ہم نے ان کو ایک خاص کام کے لیے مخصوص کر لیا ہے یعنی ذکر وفکر آخرت کے لئے۔

انہی مقدس بزرگوں میں سے میرے استاذ محترم استاذ الاساتذہ بحر العلوم والفنون ذہبیٔ زمانہ، رازیٔ وقت حضرت علامہ مولانا سید محمد انور شاہ صاحب قدس سرہ کی ذات گرامی ایک امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔

اللہ نے محض اپنے فضل وکرم سے اس ناکارہ کو آپ کی خدمت وصحبت میں رہنے اور بقدر ظرف استفادہ کرنے کے لیے تقریبا بیس سال کی طویل مدت عطا فرمائی۔ آپ کے پورے فضائل وکمالات تو کچھ وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جن کا علم کو حظ وافر حاصل ہے۔ یہ ناکارہ اپنی کم ہمتی اور کم حوصلگی کی بناء پر اس درجہ سے محروم رہا۔

ماندار یم مشامے کہ توانست شنید
ورنہ ہم دم وزداز گلشن وصلت نفحات

مگر اس پر بھی جو کچھ آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا اس کو ضبط بیان میں لانا آسان نہیں، خصوصاً اس وقت کہ ہجوم مشاغل وزواہل نے دل ودماغ کو کسی کام کا نہیں چھوڑا۔

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد زباغباں
بلبل چہ گفت وگل چہ شنید وصبا چہ کرد

مگر صاحب زادۂ محترم ومخدوم بن المخدوم مولوی سید محمد ازہر شاہ صاحب قیصر سلمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ممدوح کے کچھ حالات طیبہ اردو میں لکھنے کا سلسلہ شروع فرمایا تو احقر سے فرمائش کی کہ قادیانی فتنہ کے استیصال میں حضرت ممدوح کی مساعی جمیلہ سے متعلق میں اپنی معلومات کو ضبط کر کے پیش کروں۔ اول تو مسئلہ خود اہم تھا پھر صاحب زادۂ محترم کی تعمیل حکم بڑی سعادت تھی، اس لیے کچھ وقت نکال کر اپنی ناتمام معلومات کا ایک حصہ آپ کی زندگی کے ایک مختصر گوشہ پر اپنی یادداشت کے مطابق پیش کرتا ہوں۔

فتنۂ مرزائیت کی شدت اور اس کے بعض اسباب

تقریباً ۱۳۴۰ھ کا واقعہ ہے کہ فتنۂ قادیانیت پورے ہندوستان کے اطراف وجوانب میں خصوصاً

پنجاب میں ایک طوفانی صورت سے اٹھا۔اس کا سبب خواہ یہ ہو کہ ۱۹۱۹ء کی جنگ عظیم میں قادیانی مسیح کی امت نے مسلمانوں کے مقابلہ میں عیسائیوں (انگریزوں) کو کافی مدد بہم پہنچائی جس کا اعتراف خود قادیانیوں نے اپنے اخبارات میں کیا ہے۔اور یہی وجہ تھی کہ جب بغداد سات سوسال کے بعد مسلمانوں کے قبضہ سے نکل کر انگریزوں کے تسلّط میں داخل ہوا تو جہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری امت ان کے رنج وغم میں مبتلا تھی وہیں قادیانی مرزا کی امت قادیان میں چراغاں کر رہی تھی (الفصل قادیان)

اس جنگ عظیم میں امداد دینے اور مسلمانوں کے مقابلہ میں انگریزوں کو کامیاب بنانے کے صلے میں انگریزوں کی حمایت (بقول مرزا صاحب) اپنے اس خود کاشتہ پودے کو زیادہ حاصل ہوگئی۔اور اس کا یہ حوصلہ ہوگیا کہ وہ کھل کر مسلمانوں کے مقابلہ میں آجائے اور ممکن ہے کہ کچھ اور بھی اسباب ہوں۔

یہ زمانہ دارالعلوم دیوبند میں میرے درس وتدریس کا ابتدائی دور تھا۔اور میں اس بسم اللہ کے گنبد میں اپنی کتاب اور سبق پڑھانے کے سوا کچھ نہ جانتا تھا کہ دنیا میں کیا ہورہا ہے۔لیکن ہمارے بزرگ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے فروغ اور اسلام کی خدمت ہی کے لیے پیدا فرمایا تھا قادیانیت کے اس بڑھتے ہوئے طوفان سے سخت تشویش واضطراب محسوس فرمارہے تھے اور تبلیغ واشاعت کے ذریعہ اس کے مقابلہ کی فکر کررہے تھے۔بالخصوص حضرت شاہ صاحب قدس سرہ پر اس فتنہ کا بہت اثر تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس فتنہ کے مقابلہ کے لیے ان کو چن لیا ہے۔جیسا کہ ہر زمانہ میں عادۃ اللہ یہ رہی ہے کہ ہر فتنہ کے مقابلہ کے لیے اس وقت کے علمائے دین میں سے کسی کو منتخب کرلیا گیا اور اس کے قلب میں اس کی اہمیت ڈال دی گئی،فتنہ قادیانیت کے استیصال میں حضرت ممدوح کی شبانہ روز جدوجہد اور فکر وعمل سے ہر دیکھنے والے کو یقین ہوجاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس خدمت کے لیے آپ کو چن لیا ہے۔

مصر وعراق وغیرہ ممالک اسلامیہ میں فتنۂ قادیانیت کا انسداد

میں حسب عادت ایک روز استاذ محترم حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کی دائمی عادت کے خلاف یہ دیکھا کہ ان کے سامنے کوئی کتاب زیر مطالعہ نہیں،خالی بیٹھے ہوئے ہیں اور چہرے پر فکر کے آثار نمایاں ہیں۔میں نے عرض کیا کہ کیسا مزاج ہے؟ فرمایا کہ بھائی مزاج کو کیا پوچھتے ہو، قادیانیت کا ارتداد اور کفر کا سیلاب امنڈتا چلا آتا ہے۔صرف ہندوستان میں نہیں،عراق وبغداد میں ان کا فتنہ سخت ہوتا جاتا ہے اور ہمارے علماء وعوام کو اس طرف توجہ نہیں۔ہم نے اس کے مقابلے کے لیے جمعیۃ علماء ہند میں یہ تجویز پاس کرائی تھی کہ دس رسالہ مختلف موضوعات متعلقہ قادیانیت پر عربی زبان میں لکھے جائیں اور ان کو طبع کراکر ان بلاد اسلامیہ میں بھیجا جائے مگر اب کوئی کام کرنے والا نہیں ملتا۔اس کام کی

اہمیت لوگوں کے خیال میں نہیں ۔ میں نے عرض کیا کہ اپنی استعداد پر تو بھروسہ نہیں ۔لیکن حکم ہو تو کچھ لکھ کر پیش کروں ۔ملاحظہ کے بعد کچھ مفید معلوم ہو تو شائع کیا جائے ورنہ بے کار ہونا تو ظاہر ہی ہے۔

ارشاد ہوا کہ مسئلہ ختم نبوت پر لکھو۔احقر نے استاذ محترم کی تعمیل ارشاد کو سرمایۂ سعادت سمجھ کر چند روز میں تقریباً ایک سو صفحات کا ایک رسالہ عربی زبان میں لکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔حضرت ممدوح رسالہ دیکھتے جاتے تھے اور بار بار دعائیہ کلمات زبان پر تھے۔ مجھے کوئی تصور نہ تھا کہ اس ناچیز خدمت کی اتنی قدر افزائی کی جائے گی، پھر خود حضرت ممدوح نے اس رسالہ کا نام ''ھدایۃ المھدیین فی آیۃ خاتم النبیین'' تجویز فرما کر اس کے آخر میں ایک صفحہ بطور تقریظ تحریر فرمایا اور اپنے اہتمام سے اس کو طبع کرایا۔ مصر، شام، عراق، مختلف مقامات پر اس کے نسخے روانہ کئے۔

خاص قادیان میں پہنچ کر اعلانِ حق اور ردّ مرزائیت

اسی زمانہ میں حضرت ممدوح کے ایماء پر امرتسر و پٹیالیہ ولدھیانہ کے چند علماء نے یہ تجویز کیا کہ اس فتنہ کے استیصال کے لیے خاص قادیان میں ایک تبلیغی جلسہ منعقد کیا جائے تا کہ ''قضیۂ زمین'' بر سر زمین طے ہو سکے۔ یہ عوام کو فریب میں ڈالنے والے مناظرے اور مباہلے کے چیلنج جو اکثر اس فرقہ کی طرف سے چھپتے رہتے ہیں ان کی حقیقت پر لوگوں پر واضح ہو جائے۔ چنانچہ چند سال مسلسل یہ جلسے قادیان میں ہوتے اور حضرت ممدوح بذاتِ خود ایک جماعت علمائے دیو بند کے ساتھ اس میں شرکت فرماتے تھے۔احقر ناکارہ بھی اکثر ان میں حاضر رہا ہے۔

قادیانی گروہ نے اپنے آقاؤں (انگریزوں) کے ذریعہ ہر طرح اس کی کوشش کی کہ یہ جلسے قادیان میں نہ ہو سکیں ۔لیکن کوئی قانونی وجہ نہ تھی جس سے جلسے روک دئے جاویں کیوں کہ ان جلسوں میں عالمانہ بیانات تہذیب و متانت کے ساتھ ہوتے اور کسی نقض امن کے خطرہ کو موقع نہ دیتے تھے۔ جب قادیانی گروہ اس میں کامیاب نہ ہوا تو خود تشدد پر اتر آیا۔حضرت شاہ صاحب قدس سرہ اور ان کے رفقاء کو قادیان جانے سے پہلے اکثر ایسے خطوط گمنام ملا کرتے تھے کہ اگر قادیان میں قدم رکھا تو زندہ واپس نہ جا سکو گے۔ اور یہ صرف دھمکی ہی نہ تھی بلکہ عملاً بھی اکثر اس قسم کے حرکتیں ہوتی تھیں کہ باہر سے جانے والے علماء و مسلمانوں پر حملے کیے جاتے تھے ایک مرتبہ آگ بھی لگائی گئی۔

لیکن حق کا چراغ کبھی پھونکوں سے بجھایا نہیں گیا، اس وقت بھی ان کے اخلاق سوز حملے مسلمانوں کو ان جلسوں سے نہ روک سکے۔

تردید مرزائیت میں تصانیف کا سلسلہ

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ہم چند خدام جلسہ قادیان میں حضرت ممدوح کے ساتھ حاضر تھے۔ صبح کی نماز کے بعد حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے اپنے مخصوص تلامذہ حاضرین کو خطاب کر کے فرمایا کہ زمانہ کو الحاد کے فتنوں نے گھیر لیا اور قادیانی دجال کا فتنہ ان سب میں زیادہ شدت اختیار کرتا جاتا ہے۔ اب ہمیں افسوس ہوتا ہے کہ ہم نے اپنی عمر و توانائی کا بڑا حصہ اور درس حدیث کا اہم موضوع حنفیت و شافعیت کو بنائے رکھا۔ ملحدین زمانہ کے وساوس کی طرف توجہ نہ دی۔ حالاں کہ ان کا فتنہ مسئلہ حنفیت و شافعیت سے کہیں زیادہ اہم تھا۔ اب قادیانی فتنہ کی شدت نے ہمیں اس طرف متوجہ کیا تو میں نے اس کے متعلقہ مسائل کا کچھ مواد جمع کیا ہے اگر اس کو میں خود تصنیف کی صورت سے مدون کروں تو میرا طرز ایک خالص علمی اصلاحی رنگ کا ہے اور زمانہ قحط الرجال کا ہے، اس قسم کی تحریر کو نہ صرف یہ کہ پسند نہیں کیا جاتا، بلکہ اس کا فائدہ بھی بہت محدود رہ جاتا ہے۔ میں نے مسئلہ قرأۃ فاتحہ خلف الامام پر ایک جامع رسالہ ''فصل الخطاب'' بزبانِ عربی تحریر کیا۔ اہل علم اور طلباء میں عموماً مفت تقسیم کیا۔ لیکن اکثر لوگوں کو یہی شکایت کرتے سنا کہ پوری طرح سمجھ میں نہیں آتا۔ اس لیے اگر آپ لوگ کچھ ہمت کریں تو یہ مواد میں آپ کو دیدوں۔ اس وقت حاضرین میں چار آدمی تھے۔ احقر ناکارہ اور حضرت مولانا سید مرتضی حسن صاحبؒ سابق ناظم شعبہ تعلیم وتبلیغ دار العلوم دیوبند اور حضرت مولانا بدر عالم صاحب سابق مدرس دار العلوم دیوبند و جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سورت و دار العلوم ٹنڈو الہ یار سندھ و حال مہاجر مدینہ طیبہ اور حضرت مولانا محمد ادریس صاحب سابق مدرسہ دار العلوم دیوبند و شیخ الجامعہ بھاولپور و حال شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور ادام اللہ تعالیٰ فیوضہم۔ ہم چاروں نے عرض کیا کہ جو حکم ہو ہم امتثالِ امر کو سعادتِ کبریٰ سمجھتے ہیں۔

اسی وقت فرمایا کہ اس فتنہ کے استیصال کے لیے علمی طور پر تین کام کرنے ہیں۔ اول مسئلہ ختم نبوت پر ایک محققانہ مکمل تصنیف جس میں مرزائیوں کے شبہات و اوہام کا ازالہ بھی ہو۔

دوسرے حیاتِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مسئلہ کی مکمل تحقیق قرآن وحدیث اور آثارِ سلف سے مع ازالہ شبہاتِ ملحدین۔

تیسرے خود مرزا کی زندگی، اس کے گرے ہوئے اخلاق اور متعارض ومتہافت اقوال اور انبیاء واولیاء وعلماء کی شان میں اس کی گستاخیاں اور گندی گالیاں، اس کا دعویٰ نبوت و وحی اور متصادم قسم کے دعوے۔ ان سب چیزوں کو نہایت احتیاط کے ساتھ اس کی کتابوں سے مع حوالہ جمع کرنا جس سے مسلمانوں

کو اس فرقہ کی حقیقت معلوم ہو۔ اور اصل یہ ہے کہ اس فتنہ کی مدافعت کے لیے یہی چیز اہم اور کافی ہے۔ مگر چونکہ مرزائیوں نے مسلمانوں کو فریب میں ڈالنے کے لیے خواہ مخواہ کچھ علمی مسائل میں عوام کو الجھا دیا ہے اس لیے ان سے بھی اغماض نہیں کیا جاسکتا۔ پھر فرمایا کہ مسئلہ ختم نبوت کے متعلق تو یہ صاحب (احقر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) ایک جامع رسالہ عربی زبان میں لکھ چکے ہیں اور اردو میں لکھ رہے ہیں اور آخر الذکر معاملہ کے متعلق مواد فراہم کر کے مدون کرنے کا سب سے بہتر کام حضرت مولانا سیّد مرتضٰی حسن صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کر سکیں گے کہ اس معاملہ میں ان کی معلومات بھی کافی ہیں اور مرزائی کتابوں کا پورا ذخیرہ بھی ان کے پاس ہے وہ اس کام کو اپنے ذمہ لے کر جلد پورا کریں۔

اب مسئلہ رفع وحیاتِ عیسیٰ علیہ السلام رہ جاتا ہے اس کے متعلق میرے پاس کافی مواد جمع ہے۔ آپ تینوں صاحب دیوبند پہنچ کر مجھ سے لے لیں اور اپنے اپنے طرز پر لکھیں۔

یہ مجلس ختم ہوگئی مگر حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کے قلبی تاثرات اپنا ایک گہرا نقش ہمارے دلوں پر چھوڑ گئے۔ دیوبند واپس آتے ہی ہم تینوں حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ حیات عیسیٰؑ سے متعلقہ مواد حاصل کیا۔

حضرت مولانا بدر عالم صاحب مدظلہ نے آیت اِنّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ کی تفسیر سے متعلقہ مواد لے کر اس پر ایک مستقل رسالہ اردو میں بنام الجواب الفصیح لمنکر حیات المسیح تحریر فرمایا، جو علمی رنگ میں لاجواب سمجھا گیا اور حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے پسند فرما کر اس پر تقریظ تحریر فرمائی۔ یہ رسالہ ۱۳۴۲ھ میں شعبۂ تبلیغ دارالعلوم دیوبند سے شائع ہوا۔

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں اسی مسئلہ پر اردو زبان میں ایک جامع اور محققانہ رسالہ بنام کلمۃ السر فی حیوۃ روح السر تصنیف فرما کر حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت ممدوح نے بے حد پسند فرما کر تقریظ تحریر فرمائی اور ۱۳۴۲ھ میں دارالعلوم دیوبند سے شائع ہو کر مقبول مفید خلائق ہوا۔

احقر ناکارہ کے متعلق یہ خدمت کی گئی کہ جتنی مستند ومعتبر روایات حدیث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات یا نزول فی آخر الزمان کے متعلق وارد ہوئی ہیں ان سب کو ایک رسالہ میں جمع کر دے۔ احقر نے تعمیل حکم کے لیے رسالہ التصریح بما تواتر فی نزول المسیح بزبان عربی لکھا اور حضرت ممدوح کی بے حد پسندیدگی کے بعد اسی سال شائع ہوا۔

اس کے بعد حسب ارشاد ممدوح مسئلہ ختم نبوت پر ایک مستقل کتاب اردو زبان میں تین حصوں میں لکھی:

پہلا حصہ: ختم النبوۃ فی القرآن جس میں ایک سو آیات قرآنی سے اس مسئلہ کا مکمل ثبوت اور ملحدوں کے شبہات کا جواب لکھا گیا ہے۔

دوسرا: ختم النبوۃ فی الحدیث جس میں دو سو دس احادیث معتبرہ سے اس مضمون کا ثبوت اور منکرین کا جواب پیش کیا گیا ہے۔

تیسرا: ختم النبوۃ فی الآثار جس میں سینکڑوں اقوال صحابہ وتابعین اور ائمہ دین سے اس کے ثبوت اور منکرین اوران کی تاویلاتِ باطلہ پر رد کے متعلق نہایت صاف صریح نقل کیے گئے ہیں، یہ تینوں رسالے پہلی مرتبہ ۱۳۴۳ھ سے ۱۳۴۵ھ تک شائع ہوئے۔ اسی کے ساتھ مختصر رسالہ دعاوی مرزا اور مسیح موعود کی پہچان اردو زبان میں احقر نے لکھ کر پیش کئے۔ ان رسائل کا جو کچھ نفع مسلمانوں کی اصلاح وہدایت اور ملحدین ومنکرین پر اتمام حجت کے سلسلے میں ہوا یا ہوگا اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے، مجھے تو اپنی محنت کا نقد صلہ حضرت شاہ صاحبؒ کی مسرت وخوشنودی اور بے شمار دعاؤں سے اسی وقت مل گیا اور جوں جوں ان رسائل کی اشاعت سے مسلمانوں کی ہدایت بلکہ بہت سے قادیانی خاندانوں کی توبہ ورجوع الی الاسلام کے متعلق حضرت کو معلوم ہوئے اسی طرح اظہار مسرت اور دعا کے انعامات ملتے رہے۔

مخدومنا حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحبؒ جو عمر اور طبقہ کے اعتبار سے حضرت شاہ صاحب قدس سرہ سے مقدم تھے۔ لیکن حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے محیر العقول علم کے بے حد معتقد اور آپ کے ساتھ معاملہ بزرگوں کا سا کرتے تھے جو خدمت اس سلسلہ کی ان کے سپرد فرمائی تھی اس کو آپ نے بڑی سعیٔ بلیغ کے ساتھ انجام دینا شروع کیا اور مرزا قادیانی کی پوری زندگی، اس کے اخلاق واعمال اور عقائد وخیالات، دعوائے نبوت ورسالت اور تکفیر عام اہل اسلام، گستاخی درشان انبیاء واولیاء کو مرزا کی اپنی کتابوں سے بحوالہ صفحہ سطر نہایت انصاف اور احتیاط کے ساتھ نقل کر کے بہت سے رسائل تصنیف فرمائے اور حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کے سامنے پیش فرما کر ان کی مراد پوری فرمائی۔ ان رسائل میں سے چند کے نام حسب ذیل ہیں:

قادیان میں قیامت خیز بھونچال، اشد العذاب علی مسیلمۃ الپنجاب، فتح قادیان، مرزائیوں کی تمام جماعتوں کو چیلنج، مرزائیت کا خاتمہ، مرزائیت کا جنازہ بے گوروکفن، ہندوستان کے تمام مرزائیوں کو چیلنج، مرزا اور مرزائیوں کو دربارِ نبوت سے چیلنج۔ یہ سب رسائل ۱۳۴۲ھ سے ۱۳۴۴ھ تک شائع ہوئے۔ (جاری)

○○○

قسط (۲)

ذلک الکتاب

فخر المحدثین حضرت مولانا سیّد محمد انظر شاہ کشمیریؒ
بانی جامعہ ہذا

حتّٰی حسبوا انّھم سحّروا تسحیراً

ترجمہ: یہاں تک کہ انہوں نے خیال کیا کہ ہم پر کھلا جادو کر دیا گیا۔

تشریح: حسبوا: کا فاعل وہ سب انسان ہیں، جنہیں قرآن کے مقابلہ کی دعوت دی گئی تھی، سحر کا مصداق بقول امام رازی: ہر وہ چیز سحر کہی جاسکتی ہے، جس میں کوئی شئی موجود ہو، لیکن اس شئی کے وجود کے اسباب مخفی ومستور ہوں۔

امام نے اپنی اس تشریح سے شعبدہ، نظر بندی، ہپناٹزم وغیرہ کو سحر ہی میں داخل کیا ہے، سحر وقتِ صبح کو بھی کہتے ہیں، اس لئے کہ دن کا اجالا رات کی اندھیری سے ممتاز نہیں ہوتا گویا کہ خفاء وہاں پر بھی موجود ہے۔

سحر کے بارے میں جواز وعدم جواز: اس کی تعلیم وتعلم کے باب میں کافی اختلاف ہے سحر کی حرمت پر تقریباً تمام فقہاء متفق ہیں اور اکثر اس کی تعلیم وتعلّم کو بھی حرام قرار دیتے ہیں۔ تاہم بعض کی رائے ہے کہ اگر اس نیت سے سیکھ رہا یا سکھا رہا ہے کہ سیکھ کر مظلوم ومسحور سے سحر اتارے گا تو جائز ہے، لیکن معتمد اور اساطینِ امت اس نقطۂ نظر سے بھی سیکھنے وسکھانے کی اجازت نہیں دیتے۔ تجربہ شاہد ہے کہ جب آدمی کو سحر آجاتا ہے تو وہ اس کے استعمال میں حدودِ شرعیہ کی رعایت نہیں کر پاتا۔ کیا ساحر قتل کر دیا جائے گا؟ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اگر وہ توبہ کر لے اور آئندہ کے لئے قطعاً محتاط رہے تو چھوڑ دیا جائے گا۔ جب کہ بعض کا خیال ہے کہ توبہ کرنے کے باوجود وہ واجب القتل ہے، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء ''سحر'' کے بارے میں کس درجہ نازک احساس واقع ہوئے ہیں۔

سحر کی کچھ حقیقت ہے یا نہیں یا وہ صرف نظر بندی ہے پھر اس میں حقائق اشیاء کو تبدیل کرنے کی طاقت ہے یا نہیں، مثلاً: ساحر انسان کو مکھی یا مکھی کو انسان بنا سکتا ہے؟ امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ وہ سحر کو صرف نظر بندی کا مجموعہ کہتے ہیں، جب کہ اکثر علماء کی رائے میں سحر کی حقیقت ہے، لیکن اس کے باوجود سحر میں تبدیلِ حقیقت کی قوت کوئی نہیں مانتا۔ اور اس پر بھی سب متفق ہیں کہ ساحرین موسیٰ نے

موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں جو مظاہرہ کیا تھا وہ صرف نظر بندی تھی، سحر نہیں تھا، ان مباحث کی تفصیل کے لئے تفسیر کبیر، روح المعانی، احکام القرآن للجصاص، شرح عقائد، اسفرائنی کا مطالعہ کیا جائے۔

تتمہ: یہ بحث باقی رہ جاتی ہے کہ مخالفین ومنکرین نے ہمیشہ انبیاء کو جادوگر اوران کے پیش کردہ کلامِ الٰہی کو سحر کیوں قرار دیا؟ بغرض افادہ راقم السطور امام ابن تیمیہ کے افادات قلم بند کرتا ہے۔

امام نے لکھا ہے کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی شخصیت اثر انگیز، ان کا کردار، دعوتی قول وعمل، انتہائی موثر، ادھر ان پر نازل شدہ کلام کائناتِ قلب کو زیر وزبر کرنے کے لئے کارآمد، جیسا کہ نجاشی بادشاہ جعفر طیّار رضی اللہ عنہ کی زبانی سورۂ مریم سننے کے ساتھ ہی زاروقطار رونے لگا، حدیث میں یہ بھی ہے کہ مشرکین مکہ کے ایک وفد نے آں حضور ﷺ سے درخواست کی تھی کہ ابوبکر صدیقؓ کوروک دیا جائے کہ وہ اپنے گھر کے باہر چبوترے پر بیٹھ کر تلاوت قرآن نہ کریں چوں کہ ہماری عورتیں اور ہمارے بچے ان کی تلاوت سے متاثر ہوتے ہیں۔ اور حضرت عمرؓ کے اسلام کا واقعہ تو مشہور ہے کہ اپنے گھر سے آں حضور ﷺ کی جان لینے کی خاطر (عیاذ اًباللہ) چلے، مگر یہ پرجوش انسان خود ہی قرآن کی اثر آفرینی کا شکار ہوگیا، پھر آں حضور ﷺ کی شخصیت سے ہزاروں انسانوں کا تاثر جسے مخالفین ومنکرین اس قبولِ اثر کا مظاہرہ بچشم خود دیکھتے، لیکن اپنی کوتاہ فہمی کی بناپر بجائے اس کے کہ اثر آفرینیوں کے حقیقی سوتے متعین کرتے اسے سحر کی کرشمہ کاری قرار دیتے، اسے اس طرح سمجھئے کہ ایک ناتواں مریض اچانک سنبھل کر بیٹھ گیا، موحد صحت کے اس انقلاب کو خدا کی بے پناہ قدرتوں کا نتیجہ قرار دے گا، جب کہ ایک مبتلائے شرک اس کی بحالی صحت کا سبب دوا کی تاثیر، حاذق طبیب کی حذاقت بتلائے گا، گویا کہ مومن ومشرک دونوں نے صحت مریض کی خوبی کو تسلیم کیا۔ مگر ایک حقیقت کو اس کے واقعی چوکھٹے میں دیکھ رہا ہے، جب کہ دوسرا اپنی شرک پسند طبیعت کی بناپر اس تبدیلی کو خارجی مظاہر سے منسوب کررہا ہے۔ **هذا ملحض ماقال ابن تیمیه ویکفیک هذا ان شاءاللہ تعالیٰ۔**

ثم بين للناس ما نزّل إليهم حسبما عنّ لهم من مصالحهم ليتدبّروا آياته وليتذكر اولوا الالباب تذكيراً۔

ترجمہ: پھر بیان کیا لوگوں کے لئے نازل شدہ قرآن مجید کو ان کی مصلحتوں کے مطابق تاکہ دانش مند آیات میں غور کر کے نصیحت پذیر ہوں، اور اہل ذکر بیدار رہوں۔

تشریح: فاعل بيّن اماالله تعالیٰ او رسوله ﷺ إن كان الفاعل محمد ﷺ ينبغي أن يقرأ نزّل على صيغة المجهول لا المعروف والفرق واضح بين الصيغتين غير خفي على اللبيب۔

عَنَّ من ضرب: پیش آنا، ما نزّل میں ما موصولہ مبہم ہے، **من مصالحهم** اس کا بیان۔ **مصلحة**

مفید چیز، تدبّر کسی چیز کے انجام میں غور کرنا۔ والفرق بینه والتذکر ان التذکر هو التیقظ بعد الغور وهذا غیر ملحوظ فی التدبر۔ آیات جمع آیة، قرآن کی آیت۔ نشانی کے معنی میں بھی استعمال ہے، اس کا اطلاق قدرت کی ان نشانیوں پر بھی ہوتا ہے جو انسان میں موجود ہیں۔ مثلاً قطرۂ حقیر (مادۂ منویہ) سے جیتی جاگتی ہستی کا تیار ہونا، بچپن کا ضعف، جوانی کی قوت بڑھانے کا انحطاط، تندرست کے بعد بستر مرگ، خوش حالی کے بعد تنگدستی، عروج کے ساتھ زوال، عزت کے ساتھ ذلت، نیک نامی کے بدوش بدنامی وغیرہ، یہ سب انقلاب ایک مقتدر وتوانا کے وجود کی دلیل ہیں، انہیں ''آیاتِ انفس'' کہا جاتا ہے۔

كَمَا قَالَ اللهُ تَعَالٰى ''خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۙ﴿۶﴾ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَ التَّرَآئِبِ ؕ﴿۷﴾'' وقال فی موضع آخر ''اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۙ﴿۲۰﴾'' وقال ایضاً ''ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ''.

اور خود اس عالم رنگ و بو میں حضرت حق جل مجدہ کی غیر محدود قدرتوں کی نشانیاں موجود ہیں، دن کے ہنگامے، شب کا سناٹا، ہنگامۂ روز مشابہ حیات، شب کا سناٹا اشبہ بالموت، طلوع آفتاب اور اس کا غروب، چاند کا متعین دنوں میں ضوفگن ہونا اور پھر چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات، گرمی کے ساتھ سردی، شدید لو میں برشگالی ہواؤں کے خنک جھونکے وغیرہ۔ انہیں آیاتِ آفاق کہا جاتا ہے، لیکن قاضی صاحب کی عبارت میں آیات سے مراد قرآن ہی کی آیات ہیں انفس و آفاق میں موجود نشانیاں مراد نہیں۔

اولو یہ ذو کی جمع ہے جو ذو مال، ذو علم، ذو جاہ وغیرہ میں استعمال ہوتا ہے، عربی میں بعض جمعیں ایسی مستعمل ہیں کہ مفرد کے الفاظ جمع میں نہیں پائے جاتے، ان ہی کو علمی زبان میں جمع من غیر لفظہ کہا جاتا ہے۔

الباب: لبّ کی جمع ہے معنیٰ مغز، عقلِ انسانی مغز کا مقام رکھتی ہے، قاضی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید کو نازل ہی نہیں کیا بلکہ اس کے مقاصد ومرادات کو واضح کرنے کا اہتمام بھی فرمایا، یہ اہتمام بشکل محمد ﷺ تھا۔ کما قال الله تعالیٰ: وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ اس آیت میں آں حضور ﷺ کو ترجمان قرآن قرار دیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ مفسرین جو طبقات مفسرین بتاتے ہیں ان میں سب سے پہلا مفسر قرآن رسولِ اکرم ﷺ کو ٹھہرایا گیا ہے۔

اور بیّن کے فاعل آں حضور ﷺ ہیں تو مطلب یہ ہے کہ آں حضور ﷺ نے مخاطبین قرآن کے لئے قرآنی تشریحات آشکارا کرنا شروع کیں، اس سے معلوم ہوا کہ آں حضور ﷺ کا فریضہ صرف قرآن کے الفاظ پہونچانا نہیں تھا بلکہ اس کے مقاصد کی وضاحت کی ذمہ داری بھی آپ ہی پر ڈالی گئی تھی کما مرّ فی آیة مذکور آنفا لتبیّن للناس، فالمراد من قوله تعالیٰ: يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ الابلاغ

القرآن و معناه جميعاً۔ بیّن کا فاعل خدا ہو یا رسول ﷺ تشریح آیات کا مقصد یہ تھا کہ انسان آیاتِ الٰہی میں غور و فکر کرے۔

نکتہ: قاضی نے اولو الالباب کا تذکرہ کیا اس سے معلوم ہوا کہ قرآن میں تدبر کا حصہ صرف اہل عقل کا ہے نادانانوں کا نہیں نادان تو عمل کے پابند ہیں نہ کہ تفکر و تدبر کے۔ مشہور ہے کہ ''یک من علم را دہ من عقل باید'' تو جو عالم ہوں گے وہ بالیقین عاقل ہوں گے، اس لئے تدبر کا کام انہیں اہل علم کو کرنا ہے جو اہلِ عقل بھی ہوں، اور عقل سے بھی یہاں مراد وہ عقل سلیم ہے جس کی رہنمائی میں انسان خود شناس و خدا شناس بنتا ہے، ورنہ دنیا عقلمندوں سے بھری پڑی ہے۔ درانحالیکہ ان کے پاس مفید و مثمر عقل نہیں۔ فهو لاء الحمقاء عند الله و إن كانوا اولى الالباب عند الناس۔

فكشف قناع الانغلاق عن آيات محكمات هن أم الكتاب و آخر متشابهات هن رموز الخطاب تاويلاً و تفسيراً۔

ترجمہ: پھر کھول دیا ان آیات محکمات کا مطلب جو کتاب میں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں تاویل و تفسیر سے اور متشابہات جو خدا تعالیٰ کے اسرار ہیں۔

تشریح: كشف من ضرب کھولنا، يقال كشف الله غمه اللہ نے اس کے غم کو دور کر دیا و منه انكشاف و اكتشاف و مكاشفه وغیرہ۔ القناع: اوڑھنی یا دوپٹہ۔ اس لفظ میں چھپنے و چھپانے کا مفہوم ہے۔ قانع کو بھی قانع اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اپنی غربت و ناداری کو چھپائے رہتا ہے و منه ابن المقنع، نخشب کا وہ مشہور حکیم جس نے سائنسی طور پر ایک چاند تیار کیا، جو بوقت شب ایک کنویں سے طلوع کرتا اور محدود علاقہ میں روشنی پہنچاتا۔ اسی کو اس نے اپنا معجزہ بتا کر دعویٔ نبوت کیا، اور چونکہ کریہہ المنظر و بدصورت تھا، اس لئے ہمیشہ اپنے چہرے پر نقاب ڈالے رکھتا۔ و لذا سمّی بابن المقنع۔ انغلاق ماخوذ من غلق، بند ہونا، بند کرنا۔ وورد في التنزيل ''و غلقت الابواب و قالت هيت لك'' يقال عبارة مغلقة إذا لم يفهم معناها و كلام مغلق إذا خفي مراده على الناس، محكمات جمع محكمة، احكم مضبوط کرنا احكمت آياته مضبوط کردی گئیں۔ من افعال و المصدر۔ احکامٌ۔

متشابهات ماخوذ من الاشتباه: ہم شکل ہونا۔

رموز: جمع رمز اشارہ و کنایہ، خطاب مصدر من باب مفاعلة، مجرد میں مصدر خطبه کلام کرنا، گفتگو کرنا منه الخطيب جمعه الخطباء و جمع الخطبة الخطبات۔

تشریح: قاضی صاحب کی عبارت میں چند الفاظ تشریح طلب آ گئے یعنی محکم، متشابہ،

تفسیر، تاویل بغرضِ افادہ ان الفاظ سے متعلق ایک مختصر تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

نجران سے آنے والا نصرانی وفد جس کے متعلق مورخین کا بیان ہے کہ اس قدر پرشکوہ وفد اس پہلے بارگاہِ نبوت میں نہیں پہنچا اور جسے آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی کے دامن میں ٹھہرنے اور ان کے اپنے طرز پر عبادت کرنے کی سہولت بہم پہنچائی، وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے الوہیت عیسیٰ پر گفتگو کر رہا تھا، جب کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عیسیٰ کو خدا تعالیٰ کا ایک برگزیدہ و منتخب بندہ قرار دیتے۔ اس وفد نے اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے جو دلائل دیئے ان میں قرآن مجید کے وہ الفاظ بھی پیش کئے جو حضرتِ عیسیٰؑ کے لئے استعمال کئے گئے ہیں مثلاً کلمة القاها إلى مريم و روح منه، نجرانی وفد کی کٹ حجتی و کج بحثی پر سورۂ آلِ عمران کا نزول ہوا، جس میں قرآن مجید کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ایک محکم یعنی واضح المراد جس پر عمل کا مطالبہ ہے اور عمل میں کوئی دشواری نہیں اور دوسرے اجزاء متشابہ قرار دیئے گئے جن کی حقیقی مراد خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور جب کہ مراد غیر معلوم ہے تو اس پر عمل کا مطالبہ تو کیا ہوتا، مراد معلوم کرنے کی بھی ممانعت کر دی گئی۔ حضرتِ عیسیٰ کے بارے میں بعض مذکورہ بالا تعبیراتِ قرآنی متشابہات ہیں بلکہ استواء علی العرش، يد الله، يوم يكشف عن ساق سب از قبیل متشابہات ہیں۔ اور مومن کا فرض ہے کہ ان متشابہات کی جو بھی مراد عند اللہ ہو اس پر اجمالاً ایمان لائے، تحقیق و کاوش کے درپے نہ ہو بلکہ اس میں تجسّس زائغین و ضلال پسند افراد کا کام ہے یہی امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا مسلک ہے جب کہ الشافعی الامام متشابہات کے متعلق یہ تصور رکھتے ہیں کہ ان کی مراد راسخین فی العلم کو معلوم ہو سکتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی یہی خیال ہے۔ اور صوفیاء میں شیخ محی الدین ابن عربی الملقب بشیخ اکبرؒ و متاخرین صوفیہ میں حضرت مجدد الف ثانی کی بھی یہی رائے ہے مگر یہ حضرات جو کچھ متشابہات سے متعلق بیان کرتے ہیں مثلاً ابن عباسؓ کا خیال کہ الٓمٓ میں الف مخفف اللہ کا ہے، لام جبرئل کی جانب اشارہ کرتا ہے اور میم سے اشارہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب ہے اور مطلب یہ ہے کہ مجھ خدا نے بوساطتِ جبرئیلؑ اس قرآن کو آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا۔ لطیفۂ علمی یا نکتہ بعد الوقوع کی حیثیت رکھتا ہے، یا حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا کہ کلمة الله عیسیٰ علیہ السلام کا لقب ہے اور کلمة کے معنی ہیں فیصلہ، مستدلاً بآیۃ القرآن: لا تجد لكلمات الله تبديلاً تم خدا کے فیصلوں میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمة الله اس لئے کہا گیا کہ خدا تعالیٰ ان کی ایک حیرت انگیز پیدائش کا فیصلہ کر چکا تھا، اور اس فیصلہ کے مطابق پیدائش ہوئی اور خدائے قادر و توانا نے نرغۂ اعداء سے بحفاظت ان کے رفع آسمانی کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اعداء کی کوئی کوشش ان کی جان لینے کی کامیاب نہیں

ہوئی۔اور خدا تعالیٰ قربِ قیامت میں ان کے نزول کا فیصلہ کر چکا ہے اس نزول کے فیصلہ کو بھی دنیا کی کوئی طاقت چیلنج نہیں کر سکتی، یہ بھی ایک لطیفۂ علمی ہی ہے۔

ادھر مجدد الف ثانی نے لکھا ہے کہ متشابہات کی مراد پر اگر چہ مطلع ہوں لیکن من جانب اللہ پابند ہوں کہ ان کا انکشاف نہ کروں، تقریباً اسی طرح کے اشارے شیخ اکبر کے یہاں بھی ملتے ہیں۔ان حقائق کے پیش نظر یہ فیصلہ کچھ دشوار نہیں کہ متشابہات کے بارے میں امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی رائے زیادہ متوازن معلوم ہوتی ہے اور چاہے کہہ لیجئے کہ امام ابوحنیفہ کے انکار کا رخ حقیقی مراد کی جانب ہے یعنی متشابہات کی واقعی مراد کسی کو معلوم نہیں اور الشافعی الامام حقیقی مراد کا علم کسی کے لئے ثابت نہیں کرتے ،اس لئے علمی اصطلاح میں اس کو لفظی بحث کہا جائے گا۔نیز یہ ملحوظ رہے کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مراداتِ متشابہات پر مطلع تھے، ورنہ قرآن مجید کے متشابہات کو کلامِ مہمل قرار دینا پڑے گا (والعیاذ باللہ) اور عالم آخرت چونکہ کشفِ حقائق کا دور ہوگا، اس لئے وہاں متشابہات کی مراد سب ہی کو معلوم ہو جائے گی۔**وھذا التفصیل یکفیک ان شاء اللہ تعالیٰ و سنکتب لطائف اخری تحت بحث المقطعات۔**

مفسرین کے یہاں تین لفظ کا استعمال ہے۔**تفسیر، تاویل، تحریف۔**

تفسیر: بابِ تفعیل کا مصدر ہے، حروفِ اصلی فسر۔عربی میں فسر اس طریقۂ کار کو کہتے ہیں جس سے طبیب مریض کی بیماری معلوم کرے مثلاً قدیم اطباء کے نبض اور طب جدید میں آلات کا استعمال۔

تاویل: ماخوذ من اول، گھومنا تاویل گھما دینا، عرب میں بیشتر وہ الفاظ جن میں واؤ اور لام استعمال ہوتے ہی گھومنے کا مفہوم ادا کرتے ہیں مثلاً حول۔قول۔جول۔عول۔

تحریف: ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل دینا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ اگر قرآن مجید کی بیانِ مراد میں درج ذیل شرائط کا لحاظ رکھا جائے تو وہ تفسیر ہوگی۔شرائط یہ ہیں:

۱۔جو معنی بیان کئے جا رہے ہیں یا اس لفظ کے حقیقی معنیٰ ہوں یا مجازِ متعارف۔ ۲۔وہ بیان کردہ معنی سیاق سباق کے مطابق ہوں۔ ۳۔بیان کردہ معنیٰ کی دلیل و تائید میں کسی صحابی کا قول پیش کیا جائے، کیوں کہ قرآن کے مخاطب اول وہی ہیں۔اگر ان بیان کردہ شرائط میں سے ایک بھی شرط فوت ہوگئی تو تاویل ہے اگر پہلی شرط جاتی رہی، لیکن دوسری اور تیسری ہے تو تاویل قریب اور اگر دوسری یا تیسری شرط نہ ہو اور پہلی باقی ہو تو تاویل بعید اور تینوں شرائط اگر ملحوظ نہیں ہیں تو اسے تحریف کہیں گے: **قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ حَقِّ الْیَھُوْدِ** "یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوْہُ"۔

افادہ: حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کی ان بیان کردہ شرائط کے علاوہ تفسیر قرآن کے لئے اور بہت سی شرائط بھی ہیں جن پر سیر حاصل بحث سیوطی نے ''الاتقان'' میں اور زرکشی نے البرھان میں کی ہیں ومن شاء فلیراجع الیھما۔

وابرز غوامض الحقائق ولطائف الدقائق لیتجلی لھم خفایا الملک والملکوت وخبایا القدس والجبر لیتفکروا فیھا تفکیراً۔

ترجمہ: اورخدا تعالیٰ نے مستور حقائق کو واضح کیا اور باریک نکتوں کو، تاکہ عالمِ شہود اور عالمِ غیب کی اشیاء فی الجملہ نمایاں ہوں، نیز جمالی وجلالی صفات سے متعلق حقائق منکشف کئے گئے تاکہ ان میں غور وفکر کیا جاسکے۔

تشریح: غوامض، غامض یا غامضۃ کی جمع ہے بمعنی پوشیدہ چیز۔ حقائق: جمع حقیقۃ ومعناھا متعارف بین الناس۔ لطائف: جمع لطیفۃ، وہ نکتہ جسے تحقیق وتدقیق سے حاصل کیا گیا ہو۔ غوامض الحقائق اور لطائف الدقائق میں اضافۃ الصفۃ الی الموصوف اور اضافتِ موصوف اِلی الصفت بالترتیب ہے۔ ''ملک'' عالم شہود ''ملکوت'' عالمِ غیب۔ ملکوت مبالغہ کا صیغہ ہے علی زنۃ جبروت، جس کے معنی ہیں مکمل فرماں روا اور خدا تعالیٰ کی بھرپور سلطنت عالمِ غیب سے تعلق رکھتی ہے اس لئے عالم ملکوت کا ترجمہ عالمِ غیب سے کیا گیا۔

خبایا: جمع الخبیۃ چھپی ہوئی چیز، خباء خیمہ، چوں کہ اس میں رہنے والے خود کو چھپا لیتے ہیں قدس صفتِ جمالی اور جبروت صفتِ جلالی۔ خدا تعالیٰ کی صفات کو جمال وجلالی میں تقسیم کیا گیا ہے، جس کی مزید تفصیل آئندہ آرہی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ قرآن سے صفاتِ جمالی وجلالی وشہود وغیب کے حقائق انسانوں کے سامنے واضح کئے گئے، اگر وہ غور وفکر کریں تو خدا شناسی کے ان کے لئے دروازے کھل جائیں اور عالمِ شہود کو تسلیم کرنے کے بعد عالمِ غیب کے تصور کو قبول کرنے میں کوئی تامل نہ رہے۔

ومھّد لھم قواعد الاحکام واوضاعھا من نصوص الآیات والماعھا لیذھب عنھم الرجس ویطھرھم تطھیراً۔

ترجمہ: مزید یہ کہ انسانوں کے لئے احکام کے قواعد اور ان کی علل بیان کیں درآں حالیکہ یہ احکام وعلل واضح آیات اور اشارات وکنایات سے حاصل کردہ ہیں، ان سے ظاہری وباطنی آلائش وکثافت کے دور ہونے کا مقصد حاصل ہوگا۔

تشریح: تمھید: مہیا کرنا، تیار کرنا مھّد گھوارہ، جس میں بچہ کو لٹایا جاتا ہے، قواعد: جمع القاعدۃ

وہ قوانین جن سے جزئیات کے حالات معلوم کئے جائیں۔ **احکام: جمع الحکم**، وہ خطاب جس کا تعلق مکلفین کے افعال سے ہو۔ اور کبھی خطاب کے ذریعہ حاصل ہونے والی چیزوں پر بھی حکم کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جیسے اشیاء کی حلت وحرمت یا افعال کا فرض یا واجب ہونا۔

اوضاع: وضع کی جمع ہے، وضع کے معنی ''طریقہ واضح''، کسی چیز کا بنانے والا، وضع کرنے والا۔ اصطلاحاً وضع وہ علت ہے جو کسی حکم کے لئے متعین کی گئی ہو۔ مثلاً آں حضور ﷺ نے بلی کے جھوٹے کو غیر مکروہ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: کہ بلی پالتو جانور ہے اور گھروں میں رہتی ہے عموماً انسانوں کے ساتھ اس کی بود و باش ہے۔ اس حدیث میں لفظ طوّاف علت ہے جس سے بلی کے جھوٹے کا حکم واضح کیا گیا ہے۔

من نصوص الآیات میں ترکیب کے اعتبار سے دو احتمال ہیں۔

۱۔ یہ حال ہو اور ذوالحال قواعد و اوضاع ہو۔ ۲۔ اور من بیانیہ ہو۔ اس صورت میں **نصوص، قواعد** کا بیان ہوگا اور **الماع، اوضاع** کا **نصوص جمع نص** اس لفظ کے مفہوم میں ظہور و وضاحت داخل ہے۔

تنصیص: واضح کر دینا، **منصة** چبوترہ، جس پر کوئی کوئی چیز آ کر نمایاں ہو جاتی ہے۔ اصطلاحاً **نص** وہ چیز ہے جس کی اپنے معنی پر دلالت ظاہر ہو کہ کلام میں ان معانی کو نمایاں کرنے کے لئے کیا گیا ہے۔

الماع: جمع لمع روشنی **ملمّع** سونے کا جھول پھیرنا، **لامع** چمک دار روشن۔

وضاحت: قاضی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ حضرت حق جل مجدہ نے جن احکام کا مکلف بندوں کو قرار دیا ان کے کچھ قوانین کلی بھی ذکر کر دیئے تا کہ نئے مسائل میں احکام جاری کرنے کا سلیقہ حاصل ہو، یہ قواعد واحکام ان آیاتِ قرآنی سے حاصل کئے گئے ہیں جو اپنے مقصد میں کوئی خفا نہیں رکھتیں۔ انسان شتر بے مہار بن کر ان آلائشوں سے اپنے ظاہر و باطن کو ہرگز پاک نہیں کر سکتا۔ جو بشریت کی پیداوار و نتیجہ ہیں، اگر اس کی زندگی خدا اور اس کے رسول کے احکام کی پابند ہوگی تو وہ بشری آلودگیوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے گا۔ اور چونکہ مقصد خداوندی ''تطہیر نفوس'' ہے، یعنی ظاہری و باطنی دونوں طہارتیں **کما اشار إلى تطهير الباطن بقوله "والرجز فاهجر" والى تطهير الظاهر بكلامه "وثيابك فطهّر"** تو ضروری تھا کہ وہ بندوں کو احکام کا پابند کریں جن سے تطہیر و طہارت کا مقصد حاصل ہوتا ہے۔

پھر اگر صرف احکام دیئے جاتے اور ان کی بنیادیں منقح نہ کی جاتیں تو نئے مسائل وحوادث میں عباد اللہ کوئی فیصلہ کرنے سے عاجز رہتے، اس لئے مزید انعام یہ ہوا کہ اساسی قوانین بھی واضح کئے گئے تا کہ پیش آمدہ مسائل میں خود بھی فیصلہ کر سکیں۔

○○○

علم کے ایک خطرناک پہلو کا قرآنی علاج

مولانا سیّد مناظر احسن گیلانی

بات یہ ہے کہ عام حیوانات کے مقابلہ میں الانسان ایک تعلیمی حقیقت ہے، یعنی جن چیزوں کے علم سے خالی اور جاہل ہو کر پیدا ہوتا ہے، تعلیم کے ذریعہ سے ان کے جاننے کی صلاحیت آدمی ہی میں ہے، میں نے عرض کیا تھا کہ قرآن کی پہلی نازل شدہ آیتوں میں قرأت (خواند) تعلیم بالقلم (نوشت) کا ذکر کرنے کے بعد عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ (سکھائی انسان کو وہ باتیں جنہیں وہ نہیں جانتا) کی آیت میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے لیکن اسی کے بعد ارشاد ہوا: كَلَّآ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيَطْغَىٰٓ ۝ (سنو! بلاشبہ انسان سرکش ہو جاتا ہے۔)

"الانسان تعلیمی حقیقت ہے" پھر ایک تنبیہی کلمہ کے بعد فرمانا کہ "الانسان سرکش ہو جاتا ہے" ظاہر ہے کہ محض کوئی اتفاقی بات نہیں ہے بلکہ جو مشاہدہ ہے اسی کا اظہار ہے، یعنی نہ جانی ہوئی چیزوں کے جاننے کی جوں جوں آدمی میں صلاحیت بڑھتی جاتی ہے، دیکھا جاتا ہے کہ اسی نسبت سے اس میں طغیان اور سرکشی کی لہریں بھی اُٹھنے لگتی ہیں، وساوس وشکوک، تنقید واعتراض، یہ قصے ظاہر ہے کہ جاہلوں اور کند دماغوں میں نہیں پیدا ہوتے، بلکہ یہ سارے عوارض علم ہیں، شاید یہ مبالغہ نہ ہو کہ دماغوں پر جتنا اچھا اثر جس تعلیم سے زیادہ پڑتا ہے اسی قدر اس تعلیم سے سرکشی اور طغیان کی تولید بھی زیادہ ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اپنی تمام خوبیوں کے ساتھ علم کا یہی وہ خطرناک پہلو ہے کہ اس پہلو کی جانب سے معمولی غفلت ہمیشہ خطرناک نتائج کو پیدا کرتی رہی ہے، تعلیم اور ایجوکیشن کے خلاف بعض دلوں میں جو مخالفت پائی جاتی ہے دراصل علم کے ان ہی طغیانی نتائج پر ان کی مخالفت مبنی ہے، خواہ ان کو اس کا شعور ہو یا نہ ہو۔

بہر حال مسلمانوں کو پہلی نازل شدہ سورت میں تعلیم کے اس خطرناک پہلو پر بھی متنبہ کر دیا گیا تھا، مجھے اس وقت دوسرے ممالک سے بحث نہیں، لیکن ہندوستان کی حد تک کہہ سکتا ہوں کہ جس زمانہ سے اس

ملک میں اسلامی تعلیم کا نظام قائم کیا گیا، اسی زمانہ سے آخر وقت تک، جب تک زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح تعلیمی شعبہ بھی مسلمانوں کا برباد نہ ہوا تھا، یہ قرآنی نکتہ ان کی نگاہوں سے اوجھل نہ رہا۔

اسی کا نتیجہ تھا کہ دماغی تربیت واصلاح کے ساتھ ساتھ لزومی طور پر قلبی اصلاح کی طرف توجہ تعلیم کی ایک ناگزیر ضرورت سمجھی جاتی تھی۔ ساتویں صدی سے بارہویں صدی کی اس طویل مدت میں آپ مشکل ہی سے کسی ایسے عالم کی نشان دہی کر سکتے ہیں جس نے مدرسہ سے نکلنے کے بعد یا مدرسی زندگی کے ساتھ ساتھ کسی خانقاہ سے تعلق نہ پیدا کیا ہو، خود قرآن میں علم کے اس طغیانی پہلو پر چونکانے کے بعد اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ؕ ((اس لیے آدمی سرکش ہو جاتا ہے) کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز پاتا ہے۔) کے الفاظ سے اس سبب کو ظاہر کیا گیا تھا، جس کی وجہ سے اہل علم میں یہ بیماری پیدا ہو جاتی ہے، گویا پڑھ لکھ لینے کے بعد آدمی یہ باور کرنے لگتا ہے کہ اب میں خود سوچ سکتا ہوں، دوسروں سے مشورہ لینے کی مجھے کوئی حاجت نہیں، حق و باطل میں امتیاز میرا دماغ خود پیدا کر سکتا ہے، علم کا یہی استغنا انسانیت کی موت ہوتی ہے، الغرض مرض (طغیان) سبب مرض استغنا کے بعد اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ؕ ((علاج طغیانی کا یہ ہے) کہ تیرے رب کی طرف واپسی ہو۔) کو اس طغیان کا واحد علاج بتایا گیا ہے، اسی قرآنی حکم کی تعمیل کی یہ شکل تھی کہ جن کے پاس ان کا رب تھا ان کی طرف رجوع کیا جاتا تھا، اپنی صحبت، اپنی تربیت میں رکھ کر رجوع کرنے والے کو بھی اس کے رب کی طرف وہ پھیر دیتے تھے، اسی کا اصطلاحی نام پیری مریدی یا بیعت وصحبت تھا، قرآن کے بینات بتا رہے تھے کہ خدا کی طرف رجوع کرنے کی شکل اس ہبوطی زندگی میں بنی آدم کے لیے یہی ہے کہ خدا والوں کی طرف پلٹا جائے۔

فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾ (اور میرے راہ نماؤں کی جس نے پیروی کی نہ اس کو اندیشہ ہے اور نہ وہ کُڑھے گا۔) کی وصیت اس وقت بھی کی گئی تھی جب آدم کو اس ہبوطی زندگی گزارنے کے لیے بھیجا گیا تھا اور یہی اس وقت بھی کہا گیا جب آخری پیغام لانے والے نے پیغام سناتے ہوئے کہا: اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ (اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو میری پیروی کرو) اور قیامت تک کے لیے یہ منادی کر دی گئی:

وَ اتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ۚ (اور پیچھے پیچھے چلو ان لوگوں کی راہ پر جو میری طرف جھک پڑے ہیں۔)

جس زمانے میں جس کی انابت رب کی طرف زیادہ ہوگی، اسی حد تک وہی اس کا زیادہ مستحق سمجھا جائے گا، کہ لوگ اس کی راہ پر چلیں، اسی کا رنگ، اسی کا ڈھنگ اختیار کریں، ہمارے تعلیمی نظام کا آخری

اختتامی جز یہی چیز تھی، مدرسوں میں دماغوں کو بنایا جاتا تھا اور خانقاہوں میں دلوں کو سلجھایا جاتا تھا اور تب جاکر وہ نتائج پیدا ہوتے تھے جن کی لفظی تعبیریں جو آج کتابوں میں پائی جاتی ہیں کچھ شاعرانہ رسمی باتوں سے زیادہ نگاہوں میں نہیں جچیں، مثلاً ہندی علما کے عام تذکروں میں مولانا آزاد ہی کے قلم سے بے ساختہ اس قسم کے الفاظ نکلتے جاتے ہیں۔

خدادوست، دنیادشمن، بادل بریاں، دیدہ گریاں، زبانے لطیف، بیانِ شیریں، باوضع لطافت ونزاکت، باتمکین وقار ورزانت، ظرافت طبع، تقدس ذات، جلائل صفات، یگانہ روزگار، ہموار بہ یاد سلطان حقیقی وغیرہ وغیرہ۔

جس تذکرے کو اُٹھا کر دیکھیے عموماً ان میں کچھ اسی قسم کے ترشے ترشائے، ڈھلے ڈھلائے فقرے آپ کو ملتے چلے جائیں گے، پڑھنے والے ان الفاظ کو پڑھتے ہیں، چوں کہ اب آنکھوں کے سامنے سے وہ تماشا غائب ہو چکا ہے، اس لیے مجبور ہیں کہ پرانے زمانہ کی انشا کا اسے ایک اسلوب خاص قرار دے کر آگے نکل جائیں۔ مگر میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ دماغ کے ساتھ جب کبھی دل کی تربیت کا سامان کسی نظام تعلیم میں کیا گیا ہے تو مذکورہ بالا الفاظ کے سوا ان کے نتائج کے اظہار کی کوئی دوسری صورت ہی نہیں ہے، بلکہ اصل حقیقت جیسی کہ چاہیے پھر بھی سامنے نہیں آتی۔

بہرحال انابت الی اللہ اور ہر طرف سے ٹوٹ کر خدا ہی کے قدموں پر جھک جانے والوں کا اصطلاحی نام "صوفیہ" اور ان کے علمی وعملی نظام کا نام "تصوف" تھا، دستور تھا کہ رسمی علوم سے فارغ ہونے کے بعد لوگ اسلام کے اسی طبقہ کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور اپنی اپنی مناسبتوں کے لحاظ سے ان بزرگوں میں سے کسی کو نمونہ بنا کر ان کی صحبت اور ان کی نگرانی میں زندگی گزارتے تھے، علمی شکوک اور ذہنی شبہات کے گرد وغبار سے دماغ جو بھر جاتے تھے اس کی شست وشوان ہی ہستیوں کی رفاقت اور تبعیت میں میسر آتی تھی، یقین وایمان کی برفانی سلوں سے جن کے سینے معمور تھے وہ اپنی خنکیوں کو دوسروں تک منتقل کرتے تھے، کردار کی استواری، سیرت کا استحکام، دین کا وقار وجلال خود بخود ان مثالی نمونوں کو دیکھ کر لوگوں میں اپنی اپنی استعداد کے مطابق پیدا ہو جاتا تھا اور اس وقت ملت کی صحیح راہ نمائی کا استحقاق اہل علم کو حاصل ہوتا تھا۔

○○○

...اور ہوا اکھڑ گئی

سیّد احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری

قال اللہ تعالیٰ:

وَ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْہَبَ رِیْحُکُمْ وَ اصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿ۚ۴۶﴾

(اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت (کا لحاظ) کیا کرو اور نزاع مت کرو (نہ اپنے امام سے نہ آپس میں) ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔)

یہ سورۂ انفال کی ۴۶ ویں آیت ہے، مسلمانوں کی موجودہ پستی اور دردناک ذلت ونکبت پر جب بھی نظر پڑتی ہے تو بے اختیار یہ آیت یاد آجاتی ہے، بالخصوص ایسے موقع پر، جب ملک کے حالات خراب سے خراب تر ہوں، طوائف الملوکی اور انارکی پاؤں پسارے جارہی ہو، قومِ مسلم کی اہمیت دن بہ دن کم ہورہی ہو اور اس کا ناطقہ بند کرنے کی پیش بندیاں چل رہی ہوں۔ یہ آیت ہمارے لیے ایک آئینہ ہے، ایک ایسا آئینہ جس میں ہم اپنے بے سوز ماضی کا تجزیہ بھی کر سکتے ہیں، مخدوش حال سے نبرد آزما بھی ہو سکتے ہیں، اس درپن سے اپنا مستقبل بھی سنوار سکتے ہیں اور آنے والے دور کی منصوبہ بندی بھی کر سکتے ہیں۔

حاشیے پر مسلمان

حالیہ دنوں میں ملک کی پانچ ریاستوں میں اسمبلی انتخابات ہوئے، ان انتخابات کے نتائج بیش تر چونکانے والے رہے۔ امید کے برخلاف ملک کے حکمراں محاذ ''بی جے پی'' نے تقریباً ہر جگہ بازی ماری۔ گوا، منی پور، اتراکھنڈ میں اس کی کامیابیوں نے اپنی سربلندی کے جھنڈے گاڑ دیے۔ حد تو یہ کہ ملک کی اہم ترین ریاست ''یوپی'' میں بھی اس نے 403 میں سے 325 نشستیں حاصل کر کے ''انا ولا غیری'' کے پھریرے اڑائے- ۱۵/سال کے بعد محیر العقول واپسی۔ بی جے پی 2014 سے مرکز میں حکمراں ہے۔ حالات پہلے سے ہی سازگار تھے، پھر آر ایس ایس بھی مستقل زمین ہموار کر رہی تھی، اس کے باوجود

ملک کے وزیراعظم ووٹوں کی صف بندی کی غرض سے ''کاسۂ گدائی'' لیے مختلف انتخابات میں سرگرداں نظر آئے۔ یاد ہوگا کہ لوک سبھا کے چند ماہ بعد ہی دہلی میں انتخابات تھے، بی جے پی ہزار کوششوں کے باوجود سرخ رو نہ ہوسکی تھی۔ ''مودی لہر'' پر جس بھاجپا نے عام انتخابات میں فتح سمیٹی تھی، یہی مودی لہر دہلی میں بری طرح فیل ہوگئی۔ چند ماہ بعد بہار میں بھی انتخابات تھے، زعفرانی جماعت نے سو جتن کر لیے، اس کے صدر ''امت شاہ'' نے سارے داؤ آزما لیے، لیکن بات نہ بننی تھی، نہ بنی۔ اور تو اور، خود وزیراعظم نریندر مودی نے بہاری عوام کے دلوں کو اسیر کرنے میں اپنا سارا زور صرف کر ڈالا، مگر لالو اور نتیش کے ''عظیم اتحاد'' نے ان کے کَس بل نکال دیئے۔ امید یہی تھی کہ ''بہار'' کا یہ فارمولہ یہاں بھی اپنایا جائے گا، مدعیانِ سیکولرازم: ملائم سنگھ، مایاوتی اور راہل گاندھی مل کر ''بھاجپا'' کے راستے میں مضبوط بند باندھ دیں گے، صد حیف کہ ایسا نہ ہوسکا- انتخابات سے عین قبل ملائم سنگھ اپنے بیٹے سے ہی دست و گریباں ہوگئے، اکھلیش نے پارٹی کے کئی اہم لیڈروں کو نکال باہر کردیا، ان سے بھی بڑھ کر یہ کہ اپنے چچا شیو پال یادو کو بھی کہیں کا نہ چھوڑا، ادھر مایاوتی نے اپنی ڈفلی الگ بجائی، راہل نے اکھلیش کا ہاتھ ضرور پکڑا، مگر خرابیٔ بسیار کے بعد۔ دوسری جماعتیں بھی سیکولرازم راگ الاپنے میں سرمست رہیں، مگر اتحاد کے بغیر۔ نتیجہ یہ کہ مُنہ کی کھائی، ووٹر منتشر ہوگئے اور زمانہ حسبِ سابق قیامت کی چال چل گیا۔ سب سے زیادہ نقصان امت مسلمہ کو ہوا، وہ مسلمان جنہیں ''بادشاہ گر'' کہا جاتا تھا، ان کے ووٹوں کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہی، بھاجپا نے اپنی حکمتِ عملی سے یہ باور کرادیا کہ مسلمان کبھی ''سلطان ساز'' اگرچہ رہ چکے ہوں، مگر اب ان کی حیثیت دو کوڑی کی بھی نہیں ہے- وہ بھاجپا کو ووٹ دیں یا نہ دیں، اس سے بھگوا صف کا کچھ بگڑنے والا نہیں۔ ''صیادِ سیاست'' نے چابک دستی سے ایسا جال بچھایا کہ ''طائرِ اقتدار'' اس میں خود بخود گرنے لگے۔ سیکولر طاقتیں منہ دیکھتی رہ گئیں اور مسلمانوں کے حصے میں کچھ آیا تو یہی سینہ کوبی اور نوحہ خوانی۔

اب صورتِ حال یہ ہے کہ یوپی کی مسند پر جس شخص کو بٹھایا گیا، وہ کوئی اور نہیں، وہ ''یوگی آدتیہ ناتھ'' ہے، جس کی ''اقلیت بیزاری'' عالم آشکار ہے تو آتش بیانی مُسلَّم و مشاہَد، مسلمانوں کے جذبات سے کھلواڑ جس کے مشن میں داخل ہے، جس کی گفتگو ہمیشہ ''آتش خرمن سوز'' رہی، رام مندر کا مسئلہ ہو یا طلاق ثلاثہ کا قضیہ، ہر محاذ پر وہ پیش پیش۔ ریاست کی باگ ڈور اب انہی ''یوگی'' کے ہاتھ میں ہے، جو منفی سیاست کی پیداوار ہیں۔

سیاست میں مذہب اور مذہبی شخصیات کا استعمال نہ باعثِ حیرت ہے، نہ وجہِ تعجب، الیکشن کے موقع پر مذہبی پیشواؤں سے تعاون پہلے بھی لیا جاتا رہا، مسجد، مندر، طلاق، یکساں سول کوڈ جیسے موضوعات

ماضی میں بھی اٹھائے جاتے رہے، یہ کوئی نئی بات نہیں تھی، لیکن وزیر اعلیٰ جیسے منصب کے لیے ایک مذہبی شخصیت کا تقرر ''ہندی سیاست'' کا پہلا تجربہ ہے۔ ایک جمہوری ملک میں ایک ایسا تاریخی فیصلہ جس کے اثرات مدتوں محسوس کیے جائیں گے۔

مسلمانوں کی حالتِ زار

یوپی میں بھاجپا کی کامیابی کے بعد مسلمان سخت مایوسی کے شکار ہیں۔ ''گویم مشکل، وگرنہ گویم مشکل'' ادھر شکست خوردہ پارٹیاں اسبابِ شکست جاننے میں مصروف اور ادھر مسلمان پسپائیوں اور زبوں حالیوں کی وجوہات تلاش کرنے سے بھی محروم۔ اپنی بربادیوں کے پیچھے انہیں ''بازی گرانِ سیاست'' ہی معلوم ہوتے ہیں، ان کی نظر میں نام نہاد سیکولر جماعتوں نے ان کی لٹیا ڈبوئی۔ کوئی کانگریس کو موردِ الزام ٹھہرا رہا ہے، تو کوئی ایس پی کو۔ کسی کے خیال میں بی ایس پی مجرم ہے تو کوئی دیگر جماعتوں کو ہدفِ ملامت بنانے کے خبط میں۔ مگر اصل سبب جاننے اور بتانے سے سبھی گریزاں۔ اہلِ اسلام کی سرنگونی کا مورث و باعث میری نظر میں یہ چند امور ہیں، دیدۂ بینا رکھنے والا ان سے صرفِ نظر نہیں کرسکتا۔

سیاسی شعور کا فقدان

مسلمان پستی کی ان تہوں میں کیوں پہنچے؟ اس سوال کا معروف جواب وسبب ''سیاسی شعور'' کا فقدان ہے۔ یہ سیاسی شعور نہ کسی مارکیٹ، کسی عالمی بازار، یا شاپنگ مال میں دستیاب نہیں، یہ عطا ہوتی ہے تعلیم کی، جس سے ہماری ایک بڑی اکثریت محروم ہے۔ اس تلخ حقیقت سے آپ ہرگز ناآشنا نہیں ہوں گے کہ مسلمان سے بڑا کوئی ''حکیم ودانا'' نہیں۔ ہر گھر، ہر محلہ سیاست سے آباد۔ فلاں شخص عروج آمادہ ہے، اسے زوال کی پستی میں کس طرح دھکیلا جائے؟ فلاں پے در پے منزلیں طے کررہا ہے، اس کا سفرِ مسلسل کس طرح روکا جائے؟ فلاں روز بروز آسمانوں کو چھورہا ہے، اس کے بڑھتے قد کو کیسے کوتاہ کیا جائے؟ غرض سیاست، اکھاڑ پچھاڑ کی سیاست، مذموم ومکروہ سیاست کون نہیں جانتا؟ لیکن سیاست کی یہ ساری مشقیں، دانش وبینش کے سارے تجربے صرف دینی درس گاہوں، مذہبی دانش کدوں اور مقدس مقامات کے احاطے تک ہی محدود ہیں، جس کا جہاں زور چلتا ہے، وہیں اپنی 'سیاست' دکھاجاتا ہے۔ جہاں نشیب دیکھتا ہے، پانی بہادیتا ہے، جدھر ضعف پاتا ہے، وہیں اپنا کام کرجاتا ہے، مگر سیاست نہیں چلتی، تو ملکی نظام چلانے اور سمجھنے کے لیے۔ دماغ کام نہیں کرتا تو وطن عزیز میں تحفظِ شریعت کے لیے۔ جرأت نہیں ہوتی تو برادرانِ وطن کو آئینہ دکھانے کی۔ ملکی سیاست سے ایسے نابلد کہ استعمال تو ہوجاتے ہیں، لیکن استعمال کرنہیں پاتے، جرأتِ گفتار، نہ عزیمتِ کردار، کسی مشین کے پرزے کی طرح کہیں بھی کھپ جاتے ہیں، خود مشین کی

طرح دوڑنے اور بھاگنے کی استعداد خود میں نہیں پاتے۔ تدبر کا فقدان ہی ہے کہ ہم سیاست میں کسی نقطے پر جمع نہیں ہو پاتے۔ آج صورتِ حال یہ ہے کہ کوئی بھاجپا میں ہے، تو کوئی کانگریس میں۔ کوئی ایس پی سے وابستہ، تو کوئی بی ایس پی کی پناہ میں۔ کوئی پیس پارٹی کے اسٹیج پر، تو کوئی آر جے ڈی کا دامن گیر۔ غرض انتشار وتشتت اور افتراق و پریشانی سے مسلم امت دوچار۔ سب کے سب اپنے اپنے مفادات سے وابستہ۔ سب اپنے جیب ودامان کی فکر میں غرق۔ پارٹی کی تمام تر منفی ذہنیتوں کے باوجود اپنی اپنی جماعت کے دفاع اور تحمید وتوصیف میں مبتلا۔ ''مردہ بدستِ غسال'' کے نمونے پیش کرتے ہوئے۔ کسی میں اتنی ہمت اور بے باکی کہاں کہ وہ آپس میں یک زبان ہوکر مسلم مسائل سے دل چسپی لیں اور اپنی قوم کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں پر اپنی جماعت سے محاسبہ کریں۔

اطاعتِ رسول سے انحراف

اس گئی گزری حالت میں پہونچنے کے ذمہ دار صرف اور صرف مسلمان ہیں، ادبار کی یہ گھٹائیں انہیں کی لائی ہوئی ہیں۔ قرآن کا اعلان ہے: مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۰﴾ یہ تو حق جل مجدہ کی حد درجہ کرم گستری ہے کہ ہمارے بہت سے جرائم پر دارو گیر نہیں کرتا، ورنہ اللہ کو ناراض کرنے کا کون سا موقع ہے، جسے ہم نے چھوڑ دیا ہے؟ ہماری تباہی کے بنیادی اسباب میں اہم ترین سبب اللہ اور رسول کی اطاعت سے روگردانی ہے- ہمارے مزاج میں فساد ہوگیا ہے، شہوانیت اور نفس پرستی ہماری ''ہم زاد'' بن گئی، ہماری زندگی کا کوئی پل اللہ اور رسول کی ناراضگی سے خالی نہیں جاتا، صبح ہوتی ہے اور ہم کاروبارِ معصیت میں دھت، شام ہوتے ہی ہمارا ذوقِ گناہ مکمل شباب آشنا- یہ نہ بھولیے کہ جب سے ہم نے کلمہ پڑھا ہے، اپنے رب سے ہم نے یہ پیمان باندھ لیا ہے کہ ہماری زندگی کا ہر ہر سانس اطاعتِ خدا اور اتباعِ رسول میں گزرے گا، خود ہی غور کیجیے، کیا ہم اپنے کیے ہوئے عہد و پیمان پر قائم ہیں؟ نکلنے والے ہر ''دن'' کا اختتام غروبِ آفتاب پر ہوتا ہے اور آنے والی شام کا قیام فقط سپیدۂ سحر کے طلوع ہونے تک، مگر ہمارے اعمالِ سیئہ میں وہ تسلسل کہ آغاز تو ہے، انجام نہیں۔ ہماری پوری حیات اللہ اور رسول سے بغاوت کا مظہر۔ ہم خواہ کتنے ہی اپنے قصیدے پڑھا کریں، لیکن ہماری قوم جیسی مردہ ضمیری موجودہ اقوام میں نہیں دیکھی جاتی- احکامِ اسلام سے جس قدر انحراف ہم میں ہے، وہ بے حد تشویش ناک، وحشت ناک اور خطرناک ہے- عقائد ہمارے بگڑے ہوے، عبادات میں ہم کورے، معاملات میں ہم پھسڈی، معاشرت میں ہم ناکام، اخلاق میں ہم جیسا پست کوئی نہیں- شادی بیاہ میں اسراف ہمارا شعار، لین دین میں ہماری شبیہ داغ دار، اسلامی تعلیمات سے یکسر لاتعلق اور غیر مربوط، دشمنانِ اسلام سے اظہارِ ناراضگی

کے باوجود ان کی شکل وصورت میں ان کے نمائندہ، بقول شاعرِ مشرق:

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

باہمی جھگڑے، آپسی اختلافات

اتباعِ رسول کے فقدان نے تو ہمیں مارا ہی، باہمی رگڑوں، جھگڑوں نے بھی ہماری شان وشوکت نذرِ اغیار کر دی۔ مسلمان ایک دوسرے سے ناراض، بھائی اپنے بھائی سے تعلقات بگاڑے ہوا۔ ایک ماں باپ کی اولاد میں ایسی پھوٹ اور ایسی بدمزگی کہ برسوں سے سلام وکلام بند۔ ایک مؤمن دوسرے مؤمن سے سیخ پا اور کٹا ہوا– قدم قدم پر اختلاف، بات بات میں رگڑے جھگڑے، معمولی معمولی باتوں پر ایک دوسرے سے دست وگریباں– ناہمواریاں، ریشہ دوانیاں، مقدمہ بازیاں– حالاں کہ قرآن نے بہت پہلے کہہ رکھا ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ ۔اتحاد و اتفاق کی اہمیت معلوم ہونے کے بعد بھی ہمارے درمیان دراڑیں ہیں– بڑی بڑی خلیجیں۔ ایک دوسرے کی گردن اڑانے کی خواہشیں۔ پیغمبرِ اعظم ﷺ نے باہمی مودت کے اضافے کے لیے ترکیبیں ارشاد فرمائیں اور ہم ہیں کہ ایک دوسرے سے لڑنے مرنے کے لیے نئے نئے بہانے تراشتے ہیں– دیکھیے قرآن کیا کہہ رہا ہے:

وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ

(اے مسلمانو! اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور انتشار برپا نہ کرو! اس زمانے کو یاد کرو جب تم باہم دشمن تھے، مگر اللہ نے تمہارے دلوں میں باہم الفت پیدا کر دی اور تم اس کے فضل وکرم سے بھائی بھائی بن گئے)

دنیا میں بے شمار نعمتیں ہیں جنہیں خرید کر حاصل کیا جا سکتا ہے، لیکن بہت سی نعمتیں وہ بھی ہیں اگر اللہ کی مددِ خاص شاملِ حال نہ ہو، ان کا حصول دشوار ہے، محبت بھی اللہ کی دی ہوئی انہیں عظیم نعمتوں میں ہے، باری تعالیٰ سے ہی سنیے:

وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۶۳

(اللہ نے ہی ان کے دلوں میں باہمی محبت ڈال دی، اس مقصد کے لئے اگر تم روئے زمین کی ساری نعمتیں قربان کر دیتے تو بھی ان کے دلوں میں ربط وتعلق پیدا نہیں کر سکتے تھے، لیکن اللہ قادر نے یہ ناممکن

کام کر دکھایا۔)

ہم میں وہ رسہ کشی ہے کہ الامان والحفیظ: باہمی معاملات اس قدر خراب کہ انہیں سدھارنا مشکل ہی نہیں، ہماری بداعمالیوں سے ناممکن بھی، کس قدر خطرناک جرم ہے کہ اسلام تو اپنے ہم نواؤں کو ایک دوسرے کا عضو بتائے اور ہم اپنے بھائیوں سے غیر مربوط رہیں! دونوں ایک دوسرے سے چہرے پھیریں!! یہ کس قدر رسوا کن ہے کہ نفس وشیطان کو ہم اپنا دشمن بھی سمجھیں اور ان کے مشوروں پر بے دریغ چلتے بھی رہیں!!! اختلافات کو بڑھاوا دینے والے ذرا اس فرمانِ نبی پر بھی نظر ڈال لیں:

"عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "دَبَّ اِلَيْكُمْ دَاءُ الْاُمَمِ قَبْلَكُمْ الْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ هِيَ الْحَالِقَةُ لَا اَقُوْلُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَاتَدْخُلوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا اَفَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِمَا يُثَبِّتُ ذٰلِكَ لَكُمْ؟ اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ." (ترمذی، ابواب الورع)

(پچھلی امتوں کی بیماری تمہاری طرف بھی آئے گی، یہ بیماری حسد اور بغض ہے، یہ مونڈ دینے والی بیماریاں ہیں، میں یہ نہیں کہتا کہ یہ بیماریاں بال مونڈنے والی ہیں، بلکہ یہ تو دین کو مونڈنے والی ہیں۔ اس فاطر ہستی کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم جنت میں اس وقت تک نہیں جا سکتے جب تک تم مومن نہ ہو جاؤ اور مومن نہیں ہو سکتے جب تک تم ایک دوسرے سے محبت نہ کرنے لگو۔ کیا میں تمہیں ایسا نسخہ نہ بتادوں جو تمہیں اخوت پر ثابت قدم رکھے؟ آپس میں 'سلام' کو فروغ دو)

ایک نظر اس پر بھی: عن ابی هريرة ان النبی صلی الله عليه وسلم قال: "اِيَّاكُمْ وَسُوْءَ ذَاتِ الْبَيْنِ فَاِنَّهَا الْحَالِقَةُ. (حوالۂ بالا)

برادری واد

قعرِ مذلت میں ہمیں 'برادری واد' نے بھی گرایا۔ کس قدر اذیت ناک ہے یہ تصویر کہ جو چیز ہمارے لیے شجرِ ممنوع تھی، وہی ہمارے لیے مرغوب ترین ہوگئی۔ جس چیز سے ہمیں شدت سے روکا گیا، اسی کو ہم نے نشانِ زیست بنالیا۔ فخر بالآباء شریعت میں ممنوع تھا اور ہم ہیں کہ اس سے چمٹے ہوئے، چپکے ہوئے اور سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر پیغمبر اعظم ﷺ نے حضرت بلال حبشیؓ کو اذان کا حکم دیا تو قریشِ مکہ کے بعض کفار خطرناک تبصرے کر بیٹھے، ایک کا کہنا تھا کہ اللہ کا احسانِ عظیم ہے کہ اس نے میرے والد کو پہلے ہی وفات دے دی اور یہ 'روزِ بد' ان کی نظر میں نہ آیا، حارث بن ہشام نے کہا کہ کیا محمد ﷺ کو اس 'کالے کوّے' کے علاوہ کوئی آدمی مسجد حرام میں اذان کے لیے نہیں ملا تھا؟ ابوسفیان نے

اگر چہ اس پر کوئی تبصرہ تو نہ کیا، مگر ناگواری سے وہ بھی خالی نہ تھے۔ جبرئیل امین تشریف لائے، ان کی تنقیدی ذہنیت پر اطلاع بہم پہنچائی اور درج ذیل آیت پیغمبر کو سنائی:

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾

(اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد و عورت سے پیدا کیا اور تم کو مختلف قوموں اور خاندانوں پر مشتمل کیا، تاکہ ایک دوسرے کی شناخت کر سکو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں معزز بس وہی ہے جو زیادہ متقی ہے، بلاشبہ اللہ علیم و خبیر ہے۔)

قرآن پاک کی یہ آیت کس قدر صاف ہے! دوٹوک فرمایا گیا کہ اقوام اور قبائل میں انسانیت کی تقسیم محض تعارف و شناخت کے لیے ہے، نہ کہ تفاخر بالانساب کے لیے۔ فخر و عزت کی چیز فقط ایمان اور تقویٰ ہے۔ ترمذی شریف کی یہ حدیث ہرگز نہ بھولئے۔ فتح مکہ کے روز پیغمبر علیہ السلام نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر طواف کیا اور اس سے فارغ ہو کر اپنی تقریر میں فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَ تَكَبُّرَهَا، النَّاسُ رَجُلَانِ بَرٌّ تَقِيٌّ كَرِيْمٌ عَلَى اللّٰهِ وَ فَاجِرٌ شَقِيٌّ هَيِّنٌ عَلَى اللّٰهِ ثُمَّ تَلَا: يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ الآية (ترمذی)

(خداوند قدوس کا شکر یہ ہے کہ جاہلیت کے فخر اور اس کے تکبر کو تم سے دور کر دیا۔ اب تمام انسانوں کی صرف دو قسمیں ہیں، نیک اور متقی یہ اللہ کے نزدیک شریف اور محترم ہے، دوسرا فاجر، شقی، یہ اللہ کی نظر میں ذلیل و حقیر ہے۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام نے مندرجہ بالا آیت پڑھی)

حسب و نسب پر فخر جاہلیت کی علامت ہے، صد حیف کہ دورِ جاہلیت کی جو ساری خرابیاں رفتہ رفتہ لوٹ رہی ہیں، ان میں ''برادری واد'' سر فہرست ہے۔ یہ قریشی ہے، یہ مراسم کے قابل نہیں، یہ انصاری ہے، اس سے کیا منہ لگانا!! میں صاحبِ عزت ہوں، اس لیے احترام و عزت کا ٹھیکے دار ہوں، وہ تیلی ہے اس کی اوقات ہی کیا!! حد تو یہ کہ برادری کے نام پر تنظیمیں ہیں اور جماعتیں۔ ان کے علاقے اور محلے تک الگ الگ۔ یہ تیلیوں کا محلّہ ہے، وہ انصاریوں کی بستی ہے، یہاں سادات بستے ہیں، وہاں شیوخ بستے ہیں، ستم بالائے ستم یہ کہ بندگانِ خدا نے خانۂ خدا کو بھی نہ بخشا، رگڑوں جھگڑوں میں مسجدیں بھی گھسیٹی گئیں۔ یہ گوجروں کی مسجد ہے، وہ عثمانیوں کا معبد ہے۔ اس قدر انتشار اور ایسا خلفشار!! خاندانی بنیادوں پر ایک دوسرے سے نفرت اور وحشت، دو مختلف قبائل کے لوگ امیدوار بن جائیں تو ہر قبیلہ اپنے ہی امیدوار کا حامی اور داعی۔ نہ صلاحیت بینی، نہ صلاحیت طلبی۔ جس چیز کو اسلام نے محض تعارف کے لیے بنایا اسی کو

ہمارے بھائیوں نے اختلاف کی وجہ بنالیا۔ سب کچھ جانتے ہوئے کہ ''معیارِ فضیلت'' تقویٰ ہے کہ قبائلی عصبیت اور علاقائی تفاخر دیکھئے، ڈاکٹر اقبال کتنی خوب صورت بات کہہ گئے ؎

مصلحت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں، اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

دل سخت ہو گئے

اللہ کی نافرمانی اور رسول سے روگردانی نے ہمارے قلوب کا جو حشر ہے، وہ بے حد دردناک ہے۔ یہ مصیبت ہی کوئی کم نہ تھی کہ اللہ عزوجل نے اپنے در سے بھگا دیا، بلکہ اس سے بھی بڑا عذاب یہ کہ متاعِ کارواں لٹنے کے ساتھ احساسِ زیاں بھی جاتا رہا، ہمارے دل سخت سے سخت تر ہوتے چلے گئے، اللہ اور رسول سے ہمارا رشتہ اس درجہ کمزور پڑا کہ ہم ادھر ادھر کی فضول باتیں تو کرتے ہیں، مگر اللہ کے ذکر کی طرف ہم ملتفت نہیں ہوتے۔ دنیوی موضوعات پر ہم سے زیادہ بولنے والا کوئی نہیں، دن تو دن، باتوں باتوں میں راتیں بھی گزار دی جاتی ہیں، فضولیات، لایعنیات اور غیر ضروری مکالمات ہماری شناخت ہیں، جو کرنے کے کام ہیں انہیں تو چھیڑا تک نہیں، اور جن سے دنیوی غرض بھی وابستہ نہیں ان میں ہم کثیر الکلام، لیکن ایک لمحہ رک کر ہم نے یہ نہیں سوچا کہ اس جرم کی سزا کتنی سنگین اور اس کا ثمرہ کتنا بھیانک ہے!! پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی فرمایا ہے کہ ایسے مجرمین کے دل سخت ہو جاتے ہیں، ایسوں کے سینے میں ''دل'' نہیں، پتھر کی سلیں ہوتی ہیں، اللہ کی رحمت سے دور، اس کی عنایات سے محروم۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ہادیٔ برحق کی یہ سخت وارننگ نقل کی ہے:

عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ''لَاتُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللهِ فَإِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللهِ قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ وَإِنَّ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللهِ الْقَلْبُ الْقَاسِي (ترمذی، ج، دوم، ابو اب الزهد) (ذکر اللہ کے علاوہ بات چیت زیادہ نہ کیا کرو، کیوں کہ ذکر اللہ کے علاوہ بسیار گوئی ''سنگ دلی'' کا سبب ہے اور سنگ دل لوگ اللہ کی رحمت سے بہت دور ہوتے ہیں)

مشاہدہ ہے کہ سخت اشیاء کسی اثر کے قبول کرنے سے ابا کرتے ہیں۔ ہل چلا کر جب تک مٹی کو نرم و گداز نہ کیا جائے، کاشت کے قابل نہیں ہوتی۔ دل کا نرم ہونا اللہ کی نعمت ہے اور اس کی سختی ایسا عذاب کہ خیر کی توفیق تک اس سے سلب ہو جاتی ہے۔ یہودیوں کے روحانی امراض میں ابتلا نے انہیں اسی ''آفتِ

جاں''میں انہیں مبتلا کیا تھا،قرآن نے بڑے واضح الفاظ میں نقل کیا ہے:

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَ جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَ نَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَ لَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۳ وَ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰۤى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۪ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ سَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝۱۴

(یہود کی عہد شکنی کے سبب ہم نے انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا اور ان کے دل سخت کر دیئے ، یہ لوگ کلموں کو ان کی جگہ سے ہٹا دیتے تھے اور اپنی ذمہ داری بھول گئے تھے، اے پیغمبر! آپ ان کی خیانت پر مسلسل مطلع ہوتے رہیں گے سوائے تھوڑے لوگوں کے۔ آپ انہیں معاف کر کے درگذر سے کام لیجئے۔ اللہ تعالیٰ کو احسان کرنے والوں سے بڑا پیار ہے۔ عیسائیت کے دعوے داروں سے بھی ہم نے عہد لیا، وہ بھی اپنے فرض منصبی کو فراموش کر گئے تو ہم نے ان کے درمیان دشمنی اور کینہ قیامت تک کے لئے ڈال دیا۔ ان کے اعمال کی خبر اللہ آگے بھی انہیں دے گا۔)

حکیم کا کام تشخیص مرض کے ساتھ دوا تجویز کرنا ہے، لیکن مریض کی شفا کا دارومدار طبیب کے مشورے پر ہے۔ حکیم مطلق نے ہماری کامیابی کا نسخہ بتا دیا تھا، اس کے اہم اجزا: اطاعت خداوندی، اتباع رسول اور باہمی اتحاد ہیں۔ اگر مسلمان اس نسخے کو نہیں اپناتے تو اس میں باری تعالیٰ کا کیا قصور؟ چناں چہ جو ہونا تھا، ہوا، ہوا اکھڑنی تھی، اکھڑ گئی اور ہم بے ننگ و نام ہو کر رہے۔ ''از مکافاتِ عمل غافل مشو'' عظمتِ رفتہ کی بازیابی کے لئے وہی نسخہ اپنانا پڑے گا جسے مضمون کا سرنامہ بنایا گیا ہے۔ ہماری کامیابی کا راز اسی میں مضمر ہے۔

جسے فضول سمجھ کر بجھا دیا تو نے
وہی چراغ جلاؤ تو روشنی ہوگی

ooo

جامعہ میں دستار بندی وانعام کا عظیم الشان اجلاس

(ایک رپورٹ)

فا،الف،نون

حسبِ سابق جامعہ میں دستار بندی اور انعام کا ایک عظیم جلسہ منعقد ہوا، جس کی صدارت رئیس الجامعہ حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری دامت برکاتہم نے کی۔ اجلاس سے دارالعلوم اور وقف دارالعلوم دیوبند کے اہم اساتذۂ کرام نے بھی خطاب کیا۔ اس موقعہ پر ۲۰ رفضلائے جامعہ کی دستار بندی بھی کی گئی۔ ۵رجدید حفاظ کے سر پر بھی ''دستارِ حفظ'' باندھی گئی۔ دستار بندی کے علاوہ ۱۴۳۷ھ کے سالانہ امتحان میں شرکت کرنے والے طلبہ کو گراں قدر انعامات سے بھی نوازا گیا۔ انعامات بصورتِ کتب پیش کئے گئے، جب کہ ممتاز طلبہ کو ہزاروں روپے کی کتابوں کے علاوہ نقد روپئے اعزازاً دیئے گئے۔

اجلاس کا آغاز حسبِ روایت تلاوت قرآن اور نعت پاک سے ہوا، مولوی مجتبیٰ احسن سبحانی متعلّم تکمیل افتاء نے تلاوت اور مولوی محمد آصف اقبال جھارکھنڈی متعلّم عربی چہارم نے نعت پڑھ کر جلسے کو خوب صورت آغاز فراہم کیا۔ صدر جلسہ کے انتخاب کے لئے جامعہ کے استاذ حدیث مفتی نثار خالد قاسمی دامت برکاتہم نے ''تحریک صدارت'' پیش کرتے ہوئے رئیس الجامعہ حضرت شاہ صاحب مدظلہٗ کا اسم گرامی پیش کیا، جس کی حاضرین مجلس نے پرزور تائید کی۔ میر کارواں کے انتخاب وتائید کے بعد طلبہ کا مختصر پروگرام ہوا، جس میں مولوی محمد حامد متعلّم تکمیل افتاء نے اردو، جب کہ مولوی اظہار الحسن کشمیری متعلّم عربی پنجم نے عربی زبان میں تقریریں کیں۔ ان طلبہ کی تقاریر اور ان کے اسلوبِ بیان کو حاضرین نے بہت سراہا۔ بعد ازاں جامعہ کے استاذ حدیث محترم مولانا ومفتی وصی احمد قاسمی بستوی دامت برکاتہم نے وقیع اور جامع تقریر کی۔ مفتی صاحب نے اپنے خطاب میں کہا: مدارس اسلامیہ میں جو علوم پڑھائے جاتے ہیں، انہیں علوم نبوت کہا جاتا ہے، حضرات انبیاء اپنے دور کے انتہائی جلیل القدر عالم ہوتے ہیں، علوم اسلامیہ انہیں کی میراث ہیں، ان

کی میراث سنبھالنے کے لئے بڑی جفاکشی، ذہانت اور بڑا انہماک درکار ہے۔ چنانچہ امت مسلمہ کے اکابر نے ان علوم کی تحصیل میں اپنی عمریں کھپا دیں۔ علمائے دیوبند نے بھی کتب بینی اور مطالعے میں انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ علوم اسلامیہ محنت ولگن ہی نہیں، رجوع الی اللہ کے بھی متقاضی ہیں۔ اجلاس سے جامعہ کے استاذ حدیث مولانا فضیل احمد ناصری نے بھی خطاب کیا، انہوں نے کہا: آج کے پرفتن دور میں بھی علمائے امت کو اسی طرح قائدانہ رول ادا کرنا ہے جس طرح ماضی میں ہمارے اکابر نے اپنی ذمہ داریاں ادا کی تھیں۔ انہوں نے کہا، کہ مدارس اسلامیہ ہر دور میں اسلام کے مراکز رہے ہیں، امت کی امامت وقیادت یہیں تیار ہوتی رہی، اور یہیں ہونی ہے، یہ طلبہ مستقبل کے امام اور قائد ہیں، انہیں اس ذمہ داری کو بحسن وخوبی نبھانے کے لئے اپنی طالب علمی کے سنہرے دور سے فائدہ اٹھانا ہی پڑے گا۔

ان حضرات کی علمی تقریر کے بعد جامعہ کا ترانہ پڑھا گیا، مولوی ضمیر الدین جھارکھنڈی متعلّم عربی چہارم اور مولوی حسین احمد مظفرنگری عربی اوّل نے بہترین سروں میں جامعہ کا ترانہ پیش کیا۔ ترانے کے بعد درجہ حفظ کے ۵ رجدید حفاظ کی دستار بندی کی گئی، دستار بندی کے اس مرحلے کے بعد حضرات علمائے کرام کے بیانات کا خوبصورت سلسلہ شروع ہوا، پہلی تقریر معروف انشاء پرداز اور شہ سوارِ قلم حضرت مولانا نسیم اختر شاہ قیصر دامت برکاتہم نے فرمائی، انہوں نے اپنے ولولہ انگیز خطاب میں کہا: وضع قطع انسان کا بہترین تعارف ہے۔ علوم اسلامیہ کی تحصیل کا مقصد ''کمالِ انسانیت'' حاصل کرنا ہے۔ انہوں نے طلبہ سے کہا کہ آپ کا وقت والدین نے خالی کردیا ہے اور دل پر پتھر باندھ کر اپنی نظروں سے دور کیا ہے، اس کا تقاضا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی وراثت سنبھالنے میں پوری مستعدی اور تن دہی کا مظاہرہ کریں اور اپنے مقصد حقیقی میں لگ کر کامیابی کے مدارج طے کرنے کی انتھک جدوجہد کریں، اس کے بعد دارالعلوم وقف کے مایہ ناز مبلغ حضرت مولانا زین الدین گورکھپوری مدظلہ کی تقریر ہوئی، اپنے پرجوش بیان میں انہوں نے کہا: آج دنیا اسلام کو مطعون کررہی ہے اور مسلمانوں کو طرح طرح سے پریشان کررہی ہے، مذہب پر اعتراضات کی بھرمار ہے، ظاہر ہے کہ ہمیں جذبات کی بجائے علمی مشاہدات سے دینا پڑے گا اور اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہر طرح کے اعتراضات واشکالات کا تشفی بخش جواب دینے کا چیلنج قبول کرنا ہوگا۔

ان حضرات کے بیانات کے بعد ''طلبہ مدارس اور شانِ منزل'' کے عنوان سے زوردار مکالمہ طلبہ نے جامعہ نے پیش کیا، جن میں مولوی مجتبیٰ حسن، مولوی محمد اشتیاق، مولوی محمد زاہد، مولوی رہبر صادق، مولوی عبدالعلیم (متعلّمین عربی پنجم)، مولوی اظہار الحسن اور مولوی رفیع اللہ شامل ہیں۔ انہوں نے مدارس اسلامیہ میں طلبہ کی بے راہ روی اور اس کے سد باب پر سیر حاصل روشنی ڈالی۔ یہ مکالمہ حاضرین کو بے حد پسند آیا۔

اس کے بعد دارالعلوم وقف کے اہم استاذ اور حجۃ الاسلام اکیڈمی دیوبند کے سربراہ حضرت مولانا شکیب قاسمی دام مجدہم سے خطاب کی درخواست کی گئی، انہوں نے اسے شرفِ قبولیت سے نوازتے ہوئے بہترین تقریر کی، انہوں نے کہا: آج کی نشست علماء اور طلبہ سب کے لئے باعث مسرت ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ آج کا دور گلوبلائزیشن کا دور ہے، ہر قسم کی معلومات اور اشاعت علم کے وسائل بہت تیز رفتار ہو گئے ہیں، لہٰذا ہمارے طلبہ کو چاہئے کہ رفتارِ زمانہ سے باخبر رہتے ہوئے اپنا علمی سفر جاری رکھیں، دینی علوم کے ساتھ دنیوی علوم کی بھی اشد ضرورت ہے۔

جلسہ سے ممتاز خطیب اور دارالعلوم وقف دیوبند کے قدیم استاذ حضرت مولانا مفتی محمد احسان قاسمی سہارن پوری دام مجدہم نے بھی خطاب کیا، انہوں نے اپنی پرمغز تقریر میں کہا: کہ پیغمبر اسلام علیہ السلام مبدأ خیر بھی ہیں اور منتہائے خیر بھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ساری زندگی بحیثیت معلّم گزاری۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اس کائنات میں دوسری سب سے بڑی چیز علوم الٰہیہ ہیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ عزوجل نے انہیں ''فضل عظیم'' سے یاد فرمایا۔ سارے مدارس، مساجد اور خانقاہیں انہیں علوم کی اشاعت کے لئے کام کر رہی ہیں، لیکن علوم اسلامیہ اسی وقت اپنا اثر دکھاتے ہیں جب ان کے ساتھ معرفتِ الٰہی بھی ان کے دامن میں ہوں۔ انہوں نے علم دین کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ پیغمبر علیہ السلام نے اس کے سیکھنے اور سکھانے والوں کو سرسبزی وشادابی کی دعا دی ہے۔ انہوں نے حضرت فخر المحدثین رحمہ اللہ اور حضرت رئیس الجامعہ مدظلہٗ کو اس کامیاب جلسے کے انعقاد پر مبارک باد دی۔

حضرات علماء کی ان تقاریر کے بعد مولوی مجتبیٰ احسن سبحانی نے خوبصورت پیرائے میں حمد پاک پڑھ کر ایک سماں باندھ دیا۔ اس کے بعد دارالعلوم دیوبند کے جلیل القدر استاذ حدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ معروفی دامت برکاتہم نے علمی نکات سے بھرپور تقریر فرمائی، انہوں نے اپنے جامع ترین خطاب میں کہا: یہ جلسہ طلبۂ جامعہ کی حوصلہ افزائی کے لئے منعقد ہوا ہے۔ انعام چاہے نہایت مختصر اور معمولی ہو، مگر اس کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے، ہمارے اکابر انعامات کو بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی وہ مخلوق ہیں جن کو تمام مخلوقات پر فوقیت دی گئی ہے، اگر اس فوقیت کا آپ نے استحضار رکھا تو آپ اپنے وقت کو نہایت کارآمد بنا سکتے ہیں۔ آپ اپنی اہمیت اور قدر کو سمجھیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ تحصیل علم کے لئے اخلاص شرط اول ہے اور شرط ثانی اجتہاد کامل۔ بغیر محنت پیہم علم ہاتھ نہیں لگتا، تیسری شرط علم اور اسبابِ علم کی قدردانی ہے، اگر ان کی قدردانی نہ کی تو علم اپنی فطری خصوصیات کے ساتھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ علم دنیا کی سب سے عظیم دولت ہے۔ انہوں نے جامعہ کی علمی سرگرمیوں کا دل کھول کر

اعتراف بھی کیا۔

ان کے بعد دارالعلوم وقف دیوبند کے جید عالم دین اور صاحب طرز ادیب حضرت مولانا محمد اسلام قاسمی دامت برکاتہم نے حاضرین کو خطاب کیا، انہوں نے اپنی معلوماتی اور علمی تقریر میں کہا: یہ ہمارے لئے خوش نصیبی ہے کہ جامعہ ہذا مجھ جیسے کو یاد کر لیتا ہے، اس کی دعوت پر حاضر ہونا میرے لئے ہمیشہ ہی باعثِ فخر رہا ہے۔ انہوں نے جامعہ کے قیام کا پس منظر بہت ہی اچھوتے انداز میں پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ جامعہ کا روحانی رشتہ پیغمبر علیہ السلام کے قائم کردہ ادارے ''صفہ'' سے قائم ہے۔ مولانا نے مدارس اسلامیہ کی تاریخ کا جامع تذکرہ بھی کیا۔ انہوں نے مسند الہند حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے خانوادے کی علمی خدمات کو بڑے وقیع الفاظ میں یاد کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہندوستان میں علوم اسلامیہ کی بقاء کا سہرا شاہ ولی اللہ کے سر بندھتا ہے۔ بعد کے ادوار میں حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی نے اس سلسلے کو بڑی تندہی سے آگے بڑھایا۔ ان کے احسانات ہم بھول نہیں سکتے۔

ان تقاریر کے بعد سالِ گذشتہ دورہ حدیث شریف سے فراغت پانے والے ۲۰ رفضلائے جامعہ کے سروں پر اساتذۂ دورحدیث کے ہاتھوں دستار فضیلت باندھی گئی، دستار بندی کے اس یادگار عمل کے بعد جامعہ کے نمایاں ترین استاذ حدیث حضرت مولانا عبدالرشید بستوی صاحب دامت برکاتہم نے سالِ گذشتہ ۳۶، ۱۴۳۷ کی تعلیمی رپورٹ پیش کی۔ انہوں نے اپنی رپورٹ میں کہا: الحمد للہ جامعہ اپنے بانی فخر المحدثین حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ کشمیریؒ کے اخلاص اور رئیس الجامعہ حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری مدظلہ کی شبانہ روز جدوجہد سے روز اول سے ہی نیک نام رہا ہے، اور اس کی خدمات کا دائرہ برابر پھیلتا جا رہا ہے۔ انہوں نے اپنی رپورٹ میں کہا کہ سال گذشتہ ۴۰۳ رطلبہ نے جامعہ میں داخلہ لیا تھا۔ مولانا نے اخیر میں طلبہ کو نصیحت کرتے کرتے ہوئے کہا کہ آپ جامعہ کا تعارف ہیں، آپ اپنے اقوال وافعال سے جامعہ اور ملت اسلامیہ کی نیک نامی کا ذریعہ بنیں۔ انہوں نے انعامات کی اہمیت کو بھی مختصر الفاظ میں اجاگر کیا۔

اخیر میں صدر جلسہ رئیس الجامعہ حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری دامت برکاتہم نے اپنے صدارتی کلمات سے نوازا آپ کی صدارتی تقریر حسب سابق موثر ترین رہی، آپ نے فرمایا: انعامات محنت کا ثمرہ ہوا کرتے ہیں۔ آپ نے علوم کی تحصیل کا اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ آج علوم کی تحصیل آسان ہوگئی، لائبریریاں قائم ہیں، کتب خانوں میں خزانے چھاپ دیئے۔ ایک دور تھا کہ کتابوں کا حصول بے انتہا دشوار تھا۔ آپ نے فرمایا کہ بخاری شریف کی عظیم شرح فتح الباری چھپ کر ہندوستان آئی تو

شیخ الہند رحمہ اللہ نے اس کا تاریخی خیر مقدم کرتے ہوئے بے پناہ مسرت کا اظہار فرمایا۔ اور عزت افزائی وقدردانی کا یہ منظر دیوبند نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت شیخ الہندؒ دیوبند اسٹیشن سے دارالعلوم تک فتح الباری کا بنڈل اپنے دوش مبارک پر لائے، جب کہ حاضرین، معتقدین، مریدین وتلامذہ نے حضرتؒ کے پاؤں پکڑے کہ ہم حاضر ہیں، فرمایا کہ مجھے کیوں اس سعادت سے محروم کرتے ہو۔ پچھلے ادوار میں حصول علم کی دشواریوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ راہیں پرخطر تھیں، سواریوں کا انتظام نہیں تھا، ہزاروں ہزاروں کلومیٹر کا فاصلہ پیدل ہی طے کر کے ہمارے اکابر نے دین کے علوم حاصل کئے ہیں۔ آپ نے متعدد اکابر کا حوالہ دیتے ہوئے طلبہ کو نصیحت کی کہ آپ جس عظیم مقصد کے لئے دور دراز کا سفر طے کر کے آئے ہیں، اس کی تحصیل میں اپنا سب کچھ جھونک دیں۔ آپ نے آنے والے مہمانانِ کرام کا پرخلوص شکریہ بھی ادا کیا۔

اس موقع پر طلبہ کو لاکھوں روپے کی کتابیں اور ہزاروں نقد روپے حضرات علمائے کرام کے ہاتھوں دیئے گئے۔ ہر جماعت کے تین نمایاں طلبہ کے علاوہ عام طلبہ کو بھی تشجیعی انعامات سے نوازا گیا۔ اجلاس کی نظامت جامعہ کے ممتاز استاذ حدیث حضرت مولانا مفتی نوید قاسمی نے کی، اور حضرت مولانا شیث احمد مظاہری مدظلہٗ استاذ حدیث جامعہ ہذا کی دعاء پر نشست کا اختتام ہوا۔

اجلاس کے بعد رئیس الجامعہ حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم کی طرف سے اساتذہ اور مدعو علمائے کرام کو ظہرانہ بھی دیا گیا۔

○○○

حضرت عمر فاروقؓ کا ایک بے مثال واقعہ

حضرت عمرؓ کے دور میں سخت قحط ہوا، عوام پریشان حال وپریشان بال تھے، اس دور میں حضرت عمرؓ باوجود امیر المؤمنین ہونے کے عوام کی طرح روکھی سوکھی پر قناعت کرتے۔ گورنر یمن آئے اور انھوں نے وہاں کا مشہور حلوہ بطور ہدیہ حضرت عمرؓ کو پیش کیا۔ حضرت عمرؓ نے سونگھ کر فرمایا کہ خوشبو سے تو اچھا ذائقہ دار معلوم ہوتا ہے۔ دریافت فرمایا کہ وہاں کی عام پبلک اسے استعمال کرتی ہے؟ گورنر نے عرض کیا کہ حضرت یہ بہت مہنگا ہے، عوام نہیں کھا سکتے۔ حضرت نے یہ کہتے ہوئے واپس کر دیا کہ جس چیز کو عام پبلک استعمال نہ کر سکے، امیر کے لئے جائز نہیں کہ اسے استعمال کرے۔ (از: قولِ معروف، مجموعۂ خطبات فخر المحدثین حضرت مولانا سیّد انظر شاہ کشمیریؒ)

تعلیمی رپورٹ بابت ۱۴۳۷ھ

بموقع جلسہ انعامیہ

منعقدہ ۹؍جمادی الثانیہ ۱۴۳۸ھ مطابق ۹؍مارچ ۲۰۱۷ جمعرات

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله وصحبه اجمعين، وبعد!

حضرات مہمانانِ کرام، اساتذۂ جامعہ طلبۂ عزیز!

اسلام دنیا کا وہ منفرد مذہب ہے جس نے بغیر کسی تفریق علم کا حصول ہر ایک شخص پر فرض اور لازم قرار دیا۔ یہاں یہ واضح رہے کہ اسلام سب سے پہلے عقائد، فرائض اور محرمات کے علم پر زور دیتا ہے اور اس کو فرضِ عین قرار دیتا ہے، جب کہ فروع وجزئیات کے علم کو دوسرے درجہ میں رکھ کر فرضِ کفایہ کی حیثیت دیتا ہے۔ کتاب وسنت میں دونوں ہی کی طرف واضح اشارے کئے گئے ہیں۔ سیدنا بخاری الامام نے کتاب العلم اور اس کے ابواب جس نہج اور ترتیب پر قائم کئے ہیں، ان سے موجودہ دور کے مدارس کے منہاج ونظام کی بنیادیں اور خدوخال واضح ہوتے ہیں۔ یہ بات تو مشہور ہی ہے کہ یہ عوامی مدارس صفۂ نبوی کی زریں کڑی کا حصہ ہیں اور جب تک یہ بنیادی نقوش کو اپنے دامن میں سمیٹے رہیں گے تعلیم وتربیت کا سرچشمہ رہیں گے، خیر وبرکت کا ذریعہ رہیں گے اور دین وعلم کے حوالے سے افادہ واستفادہ کی سب سے مستند درسگاہیں بھی۔ علاوہ ازیں قرونِ مشہور دلہا بالخیر: عہد صحابہ، عہد تابعین اور عہد تبع تابعین میں تعلیم وتعلّم کے سلسلے میں جو نقوش ثبت کئے گئے، یہ مدارس اپنے نصاب اور نظام: دونوں کے حوالے سے ان نقوش پر ہی اب تک ثابت قدم ہیں۔ چند زر پرستوں اور ہوا خواہوں کا کوئی شمار نہیں کہ اس طرح کے لوگ ہر نیک طبقے میں ہمیشہ سے ہی گھس پیٹھ کر بیٹھے رہے ہیں۔

آپ کا یہ جامعہ دین کے بنیادی علوم: قرآن حدیث اور فقہ کی تعلیم، نیز ان کے تمہیدی علوم وفنون: نحو، صرف، منطق، بلاغت، عربی زبان، اصولِ فقہ، اصول حدیث اور اصول تفسیر کی رجال ساز کتابوں کی تدریس کے ساتھ ان فنون پر بھی توجہ دیتا رہا ہے جو بحیثیت ایک انسان اور بحیثیت ایک ہندوستانی ہمیں اور

آپ کو موجودہ حالات میں بے حد ضروری ہیں یعنی انگریزی و ہندی زبان، حساب، جغرافیہ اور کمپیوٹر کی تعلیم وٹریننگ۔ واضح رہے کہ صفہ کی درسگاہ میں جہاں قرآن کریم، تجوید، عقائد وفرائض، احکام ومسائل کی تعلیم کا انتظام تھا، وہیں تحسین خط، تحسین املاء اور تیراندازی ونیزہ بازی کی تربیت ٹریننگ سے بھی غفلت نہیں برتی گئی۔ یہ سلسلہ دن گزرنے کے ساتھ ساتھ دراز تر ہوتا رہا اور یوں اسلامی درسگاہوں اور علماء ومشائخ کے حلقات میں ان تمام ضروری علوم وفنون کی تدریس کا اہتمام کیا گیا جو اس وقت کے اعتبار سے از بس ضروری سمجھے جاتے تھے مثلاً حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حلقۂ درس میں تمام دینی علوم کی تدریس کے ساتھ شعر وادب، انسان، ایامِ عرب اور تاریخ سے متعلق بھی سوال وجواب کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ اس تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ اسلام ان تمام علوم وفنون کو حاصل کرنے کی ترغیب دیتا ہے جو انسان کے لئے دنیا میں یا آخرت میں مفید ونافع ہوں اور ہر اس علم وفن سے منع کرتا ہے جو انسانیت کے لئے اور انسانوں کے لئے دنیا یا آخرت میں تباہی وبربادی کا سامان ہوں۔

اب سے بیس سال پہلے اس جامعہ کی بنیاد فخر المحدثین حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ صاحب کشمیری علیہ الرحمہ والرضوان نے رکھی اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضلِ خاص رہا کہ پہلے دن سے ہی جامعہ نے تعلیم وتربیت کے حوالے سے اپنی الگ پہچان اور انفرادی شان قائم کرلی۔ یہ ایک طرف حضرت بانی جامعہ کے جذبۂ اخلاص، سوزِ دروں اور دعائے سحر گاہی کا نتیجہ ہے، وہیں اساتذہ وکارکنان کی شبانہ روز انہماک کے ساتھ جدوجہد اور طلبہ عزیز کی اپنی ذمہ داریوں کے احساس کا ثمرہ بھی ہے۔

طلبۂ عزیز! آپ نے بارہا پڑھا اور سنا ہوگا کہ روزِ قیامت دو طرح کے لوگ ہوں گے: ایک وہ خوش بخت طبقہ جس کو انعام واکرام سے نواز کر نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ وہ فرطِ مسرت سے دوسروں کو اپنی کامیابی اور اعزاز واکرام کا یہ نوید نامہ دکھاتا پھرے گا۔ هَاؤُمُ اقْرَؤُوا كِتَابِيَه کا ورد اس کی زبان پر ہوگا۔ جب کہ دوسرا طبقہ خسر الدُّنیا و الآخرة کا عنوان ان حرماں نصیبوں کا ہوگا جو اپنی ذلت ورسوائی کا سراپا بن کر اپنا رزلٹ کارڈ خود اپنے اور اپنوں سے بھی چھپاتا پھرے گا اور يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَه اس کی حسرت وندامت کا اعلان۔

تَخَلَّقُوْا بِاَخلاق الله النبی الخاتم ﷺ کا ارشاد ہے۔ تو لیجئے اکرام واعزاز اور نوازشات کی یہ تقریب انعامی جلسے کی شکل میں آپ کے سامنے آراستہ وپیراستہ ہوچکی ہے۔ جن طلبہ نے اپنے وقت کی قدر وقیمت پہچانی، جامعہ کی فراہم کردہ سہولیات سے کماحقہ استفادہ کیا آج وہ اپنا پیغام اور رزلٹ کارڈ دیکھ کر مسرت وشادکامی کا سراپا نظر آرہے ہیں۔ جب کہ ناقدردانوں کے حصے میں ہمیشہ ہی ذلت ورسوائی آئی

ہے اور آج بھی یہ ان کا مقدر ہے۔ یہ انعام جو گراں قدر علمی و دینی کتابوں یا نقد پر مشتمل ہے اپنے آپ میں اس کا وزن اتنا بھاری ہے کہ دنیا کی کوئی ترازو اس کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتی۔ شرط یہ ہے کہ عقل دانا ہو اور گوشِ شنوا۔ اس سال جو کتابیں تمام درجات میں کامیاب اور ممتاز طلبہ کو دی جا رہی ہیں ان کی قیمت ایک لاکھ ستر ہزار روپئے ہے۔ نقد انعام ان پر مستزاد۔ یہ کتابیں دیوبند کے تاجرانِ کتب کے فراخ دلانہ تعاون اور جامعہ کے ساتھ دیرینہ تعلق کا اظہار بھی ہیں اور کامیاب طلبہ کے لئے ان کی طرف سے تشجیع اور مہمیز بھی۔ ہم خدامِ جامعہ ان سبھی تاجرانِ کتب کے بے حد مشکور ہیں۔ اور دعاء گو کہ اللہ تعالیٰ ان کے کاروبار میں دن دوگنی رات چوگنی ترقیات عطا کرے آمین!

اس موقع پر ہم اپنے ان طلبہ عزیز سے بھی کچھ گزارشات کرنا چاہتے ہیں جو تلمذ و تعلّم کی رسم کی تکمیل کے بعد اب وہ فضیلت کے حامل بن کر اساتذہ کی صف میں شامل ہو گئے ہیں یا ہونے جا رہے ہیں کہ وہ اپنے دین اور علم کو کسی کے سامنے ہرگز رسوا نہ کریں، بہر قیمت دین و ایمان کا تحفظ کریں، دنیا کی دولت خواہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو، بہر حال دین و ایمان اور علم دین کا معاوضہ نہیں بن سکتی۔ علم دین کے حاصل کرنے کا سب بڑا فائدہ اپنے ایمان کا تحفظ ہے۔ ورنہ موٹے عقائد، احکام و مسائل کا علم تو مکاتب میں بھی حاصل ہو جاتا ہے، تبلیغی جماعت میں آنے جانے سے بھی اور کسی عالم یا شیخ کی مجلس میں اٹھنے بیٹھنے سے بھی، مگر جو پختگی، استقامت اور مناسبت مدارس کی رسمی تعلیم کی تکمیل سے حاصل ہوتی ہے، وہ کسی دوسرے طریقے سے ممکن نہیں۔

اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حفظِ قرآن کریم کی تکمیل کی سعادت سے بہرہ مند پانچ طلبۂ عزیز اور سالِ گذشتہ کے ایک سو شرکائے دورۂ حدیث میں سے مجلس میں موجود بائیس طلبہ کی دستار بھی آپ حضرات کے ہاتھوں سے باندھی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ان طلبہ کے حفظ کو قبول کرے، ان کے سینوں کو تا حیات قرآنی آیات سے آباد و شاداب رکھے، انہیں اور ان کے والدین، نیز اعزہ و اقارب کو ان نوازشات سے سرفراز کرے جن کا اس نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ اعلان کرایا ہے۔ اسی طرح دستارِ فضیلت حاصل کرنے والے سابق طلبہ اور حال فضلاء کو دنیا میں عزت و نیک نامی، خوش حالی و فارغ البالی عطا کرے اور آخرت میں اپنی رضا اور جنت میں اولین داخلہ سے مالا مال کرے۔ نیز انہیں اپنے دین اور علم دین کی مختلف شکلوں میں خدمات کی انجام دہی کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

بات مختصر کرتے ہوئے ضروری ہے کہ آپ حضرات کے سامنے گذشتہ تعلیمی سال کا ایک جامع اور مختصر سا گوشوارہ پیش کر دیا جائے جس میں حضرات مہمانانِ کرام کو بھی اور طلبہ عزیز کو بھی بہت کچھ سمجھنے، سیکھنے اور

یاد رکھنے کا سامان ہے۔

تعداد طلبہ سال گذشتہ ۳۷/۱۴۳۶ھ

جماعت	داخل طلبہ	شریک امتحانِ سالانہ
حفظ	۲۸	۱۶
اوّل	۱۶	۱۰
دوم	۲۴	۱۸
سوم	۲۲	۱۸
چہارم	۳۹	۲۴
پنجم	۳۲	۲۳
دورہ	۱۲۴	۹۶
ادب	۱۹	۶
افتاء	۱۵	۱۲
میزان	۳۱۹	۲۲۳

ناکام: ۷ کامیاب: ۲۱۶

شریعت اور لقمہ حرام

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہٗ (سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند) نے فرمایا: اسلام نے سب سے زیادہ زور اکلِ حلال پر دیا ہے، اس لیے جتنی ایسی چیزیں ہیں کہ جس سے لقمے میں کوئی حرمت پیدا ہو، کوئی شبہ پیدا ہو، کوئی ناجائز شکل پیدا ہو، ان سب چیزوں کو شریعت نے ممنوع قرار دے دیا، سود کو حرام کر دیا، احتکار کو حرام قرار دے دیا، احتکار کے معنی ہیں گرانی کی امید پر مال کو روک رکھنا، احتکار کی صورت میں مخلوق کو ستانا ہے اور مخلوق کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانا ہے، ضرورت ہوتے ہوئے مال کو اپنے نفع کے لیے روک کر رکھنا، ایسی تمام چیزیں حرام قطعی ہیں۔ اور کچھ ''کرہی'' ہیں، مگر ایسی تمام چیزوں کو شریعت نے ممنوع قرار دیا ہے کہ جن سے مال میں کسی قسم کا اشتباہ پیدا ہو، کوئی حرمت پیدا ہو، کوئی کراہت پیدا ہو۔ (یادگار باتیں: ص ۲۲۳)

جامعہ کی سرگرمیاں

مولانا فضیل احمد ناصری القاسمی

تکمیلِ نصاب پر تعلیمات کا زور

طلبہ کی تعلیم پر خصوصی توجہ دینے کے لئے جامعہ نے امسال تعلیم کا نیا نظام متعارف کرایا تھا، اس نظام کے تحت ماہانہ مقدار کی تعیین اور اس تک رسائی کو یقینی ولازمی بنانا بہ طور خاص شامل ہے۔ سالانہ امتحان قریب ہو کے پیش نظر تکمیل نصاب کی طرف اساتذہ کرام کو متوجہ کرنے کے لئے حضرت ناظم تعلیمات مدظلہ نے تحریرات ارسال کی ہیں، ان کے ساتھ ہر استاد کی متعلقہ کتب کی مقدار خواندگی پر مشتمل تحریر بھی منسلک ہے۔ اس نظام کے بعد تکمیل نصاب کی مشکلات پر قابو پالیا گیا ہے۔ دفتر تعلیمات اس مسئلے پر بہت سنجیدہ ہے۔

دستار بندی وانعام کا باوقار اجلاس

ہر سال کی طرح رواں ماہ فضلائے جامعہ اور نو تیار شدہ حفاظ کے سروں پر دستار بندی کے لئے ۹ / مارچ کو ایک باوقار اجلاس کا انعقاد ہوا، جس کی صدارت رئیس الجامعہ حفید الانور حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری مدظلہ نے فرمائی، جب کہ اس کی نظامت کے فرائض جامعہ کے استاذ حدیث محترم مولانا مفتی محمد نوید دیوبندی دام ظلہ نے انجام دیئے۔ دستار بندی کے علاوہ سالِ گذشتہ سالانہ امتحان میں شرکت کرنے والے طلبہ کو گراں قدر انعامات بصورتِ کتب دیئے گئے۔ سالانہ امتحان میں ہر جماعت کے تین ممتاز طلبہ کو تشجیعی انعام سمیت خصوصی انعام بھی دیا گیا۔ ممتاز طلبہ کو اس قدر کتابیں انعام میں دی گئیں کہ انہیں اٹھانا بھی ان کے لئے آسان نہ تھا۔ ان طلبہ کو نقد انعامات بھی دیئے گئے۔ اجلاس سے متعلق مزید معلومات کے لئے ''تفصیلی رپورٹ'' کا مطالعہ مناسب ہوگا، جو اسی شمارے سے منسلک ہے۔

اس موقعہ پر دارالعلوم، دارالعلوم وقف اور دوسرے اداروں کے علمائے کرام موجود رہے اور ان کے بیانات سے طلبہ مستفید ہوئے، فالحمد للہ۔

تقریری مسابقہ

طلبہ کی تقریری صلاحیت کو جلا بخشنے کے لئے قائم بزم ''انجمن کواکب انور'' سرگرمی سے عمل پیرا ہے۔

اس کے تحت دیواری پرچوں کے علاوہ تقریری مشقی نشستیں ہر جمعرات کو بعد مغرب تا عشاء منعقد ہوتی ہیں۔ انجمن نے طلبہ میں تقریری جوش بھرنے کے لئے مسابقے کا اعلان کیا ہے، جس میں ممتاز طلبہ کو ۷۰۰، ۵۰۰ اور ۳۰۰ گراں قدر انعام سے بصورتِ کتب نوازا جائے گا۔ مسابقے میں حصہ لینے والے دوسرے مساہمین کو بھی تشجیعی انعام سے مستفید ہوں گے۔

انجمن کو اکب انور کی ذمہ داری محترم جناب مولانا عمر اعجاز قاسمی استاذ ادب وافتاء اور محترم جناب مولانا محمد ساجد قاسمی بستوی استاذ حدیث وادب کے سر ہے، جسے یہ دونوں اساتذہ بڑی فعالیت سے نبھا رہے ہیں۔

حضرت رئیس الجامعہ مدظلہٗ گجرات میں

سرزمین گجرات اور اہل گجرات سے خانوادۂ انوری کے قدیم اور تاریخی مراسم رہے ہیں، امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ اور جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کا تصور لازم وملزوم کی حیثیت رکھتا ہے، ان کے بعد فخر المحدثین حضرت مولانا سیّد انظر شاہ کشمیری نوّر اللہ مرقدہٗ بھی اس سرزمین سے علمی و اصلاحی طور پر مربوط رہے، ان کی پُر جوش اور ولولہ انگیز خطابت کے عشاق کی ایک بڑی تعداد گجرات میں موجود ہے؛ یہی سلسلہ رئیس الجامعہ حضرت مولانا سیّد احمد خضر شاہ مسعودی مدظلہٗ نے بھی باقی رکھا ہے، وقتاً فوقتاً گجرات کے اسفار، وہاں کے دینی واصلاحی جلسوں میں حضرت کی شرکت پروگرام کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ چناں چہ رواں ماہ ۲۳؍مارچ سے ۲۷؍مارچ تک رئیس الجامعہ گجرات کے سفر پر رہے، اس دوران گودھرا، بھروچ، انکلیشور، سورت وڈابھیل وغیرہ میں متعدد علمی، دینی، اصلاحی جلسوں کو خطاب کیا۔ اس کے علاوہ کچھ مجالسِ نکاح میں بھی حضرت نے شرکت فرمائی۔

مولانا ندیم الواجدی صاحب کی کتاب

''بے مثال شخصیت، باکمال استاذ'' کا جامعہ میں اجرا

۲۲؍مارچ کو جامعہ میں معروف اہل قلم محترم جناب مولانا ندیم الواجدی صاحب زید مجدہم کی تازہ کتاب ''بے مثال شخصیت، باکمال استاذ'' کا اجرا عمل میں آیا، اس موقع پر عظیم جلسہ رئیس الجامعہ حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم کی صدارت میں منعقد ہوا، اجلاس میں اہم علماء کرام کی موجودگی رہی، حضرت رئیس الجامعہ مدظلہ نے اپنے صدارتی خطاب میں حضرت مولانا واجد حسین دیوبندیؒ سے اپنے تعلق ومحبت کا اظہار فرمانے کے ساتھ اکابر دیوبند سے اپنی قلبی وابستگی کو بیان فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت مولانا واجد حسین

دیوبندی اہل علم کے اس کارواں سے تعلق رکھتے تھے جو سادگی اور علم کا حسین پیکر ہوتے تھے۔ مولانا مرحوم نے سالہا سال جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل (گجرات) میں بخاری شریف کے اسباق پڑھائے۔ یہ کتاب انہیں کی شخصیت کے حالات و کارناموں پر مشتمل ہے۔ حضرت مدظلہ نے فرمایا کہ اکابر کی سوانح حیات قارئین کے لئے مہمیز کا کام کرتے ہیں۔ ایسی کتابوں کا مطالعہ سیرت سازی میں نمایاں کردار ادا کرتا ہے۔ آپ نے اس کتاب کی اشاعت پر مصنف کو مبارک بادبھی دی۔

دارالعلوم انوریہ نونابڑی میں اساتذۂ جامعہ کے بیانات

دیوبند سے متصل گاؤں ''نونابڑی'' میں واقع دارالعلوم انوریہ قائم ہے، جس کا انتساب امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کی عظیم ہستی کی طرف ہے، فخر المحدثین حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ مسعودی کشمیریؒ نے اس کی بنیاد رکھی تھی اور تاحیات انہوں نے ہی اس کی سرپرستی فرمائی، اس وقت حفید الانور حضرت رئیس الجامعہ دامت برکاتہم اس کی سرپرستی فرمارہے ہیں۔ اس ادارے میں ۲۶/مارچ کو اس کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا، جس میں جامعہ کے اساتذہ نے شرکت کی۔ استاذِ حدیث حضرت مولانا صغیر احمد پرتاب گڑھی زیدمجدہم نے اپنی تقریر میں کہا کہ کسی بھی عمل کی مقبولیت کے لئے ''جذبِ دروں'' شرط اوّل ہے۔ اخلاص کے بغیر بڑے سے بڑا کام نامقبولیت کی نذر ہوجاتا ہے۔ مولانا نے احادیث کی روشنی میں ریاکاری کو ''خطرناک رجحان'' قرار دیا اور کہا کہ ہماری تباہی و بربادی کی ایک بڑی وجہ نام و نمود اور ریاکاری ہے، حضرت مولانا مفتی نثار خالد قاسمی دام اقبالہ نے اپنی تقریر میں کہا کہ مسلمانوں کی زبوں حالیاں دیکھ کر رونا آرہا ہے، امت محمدیہ کی ایسی پسپائی اور اتنی گراوٹ دل دہلادینے والی ہے۔ مولانا نے کہا کہ اس کے اہم اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہمارے یہاں اخوت کا فقدان ہے۔ ہم ایک دوسرے کا احترام اپنے دل نہیں رکھتے۔ ہماری حرکات وسکنات دل توڑنے والی اور دوریاں پیدا کرنے والی ہیں، جن کے نتیجے میں ہم تنہا پڑتے جارہے ہیں اور دشمنانِ اسلام اسی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمیں ''ہدف'' بنارہے ہیں۔ احقر فضیل احمد ناصری نے اپنے مختصر بیان میں کہا کہ دینی تعلیم سے مسلمانوں کی دوری دین بیزاری کا بڑا اہم سبب ہے، اسلام کے نام لیواؤں کو دین کی بنیادی باتیں تک معلوم نہیں، حتی کہ بہت سے مسلمان کلمۂ طیبہ بھی یاد نہیں رکھتے۔ اللہ اور سول سے اس قدر بےزاری کے باوجود رفعت وسربلندی کا خواب دیوانے کا خواب ہے، جس کی کوئی اچھی تعبیر نہیں نکلا کرتی۔

بیگوسرائے بہار کے اجلاس میں احقر کی حاضری

گذشتہ ماہ ۲۶ر فروری کو مدرسہ نور العلوم بیگوسرائے میں دستارِ بندی کا ایک اہم اجلاس ہوا، جس میں بہار اور دیگر صوبے کے اہم علماء شریک تھے۔ احقر بھی اس اجلاس میں شریک ہوا، جلسے کے محرک اور احقر کے داعی محترم مفتی شکیل منصور القاسمی صاحب تھے۔ راقم السطور نے عوام کے جم غفیر میں ''والدین پر بچوں کے حقوق'' پر کم وبیش ۴۵ رمنٹ کی تقریر کی۔ کاتب الحروف کی تقریر کا ''لب لباب'' یہ تھا کہ اولاد کی پیدائش پر والدین کا خوشی منانا اپنی جگہ درست ہے، لیکن قصہ یہیں ختم نہیں ہوجاتا، بلکہ والدین کی ذمہ داری کی یہیں سے شروع ہوتی ہے۔ کاتب السطور نے متعدد آیات واحادیث کی روشنی میں والدین پر بچوں کے حقوق پر واضح روشنی ڈالی، جن میں ''اچھے نام رکھنا، علم دین سکھانا اور وقت پر ان کی شادی کرنا'' کو بہ طور خاص اجاگر کیا، یکم مارچ کو جامعہ میں حاضری ہوگئی۔

مولانا کفیل احمد علوی کے انتقال پر جامعہ میں دعاء

دار العلوم دیوبند کے قدیم استاذ اور شیخ الہند اکیڈمی کے سربراہ محترم مولانا کفیل احمد علوی صاحب کا طویل علالت کے بعد انتقال ہوگیا، انہوں نے عمر عزیز کی ۸۰ رسے زائد بہاریں دیکھیں، مولانا مرحوم تلمیذ شیخ الہند حضرت مولانا جلیل صاحب کیرانویؒ کے فرزند تھے۔

ان کے انتقال کی خبر پر جامعہ میں ان کے لئے ایصالِ ثواب کیا گیا اور ان کی خدمات کو یاد کیا گیا۔

واردین وصادرین

۲۲ر مارچ کو رسم اجرا کے اجلاس کے موقع پر جامعہ میں اکابر امت تشریف لائے، جن میں دار العلوم کے قدیم ترین استاذ حضرت مولانا ریاست علی ظفر بجنوری مدظلہٗ (صاحبِ ایضاح البخاری)، دار العلوم کے مہتمم حضرت مولانا مفتی ابو القاسم نعمانی دامت برکاتہم اور مشہور مجود حضرت مولانا قاری ابو الحسن اعظمی زید مجدہم کے اسماء گرامی نمایاں ہیں۔ ان حضرات نے جامعہ کی ترقیات پر خوشی کا اظہار فرمایا اور مزید دعاؤں سے نوازا۔

ان کے علاوہ گجرات سے ایک وفد نوجوان علماء اور انجینئر حضرات پر مشتمل جامعہ میں مولانا عبداللہ اسلم پٹیل صاحب کی قیادت میں تشریف فرما ہوا۔ جامعہ کا معائنہ، اسباق میں شرکت، دفاتر کا نظام ملاحظہ فرمایا اور اپنی مخلصانہ دعاؤں، نیک مشوروں سے سرفراز فرمایا۔

○○○

ہوا کے دوش پر

رضوان سلمانی
9897189743

۲۰ / مارچ: رائپور میں واقع جامعہ دارالعلوم اسعدیہ سرساوہ میں گذشتہ شب دینی، تعلیمی و اصلاحی کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا جس میں علاقے کے مؤقر علماء اور عوام نے شرکت کی اس موقع پر دارالعلوم وقف دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی نے اپنے صدارتی خطاب میں قومی یکجہتی پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ آج کے حالات میں قومی یکجہتی ہندوستانی معاشرے کے لئے جتنی ضروری آج ہے شاید پہلے کبھی نہیں رہی ہوگی آج ہندوستانی قوم کو سمجھنا ہوگا، آج مذہب ہی نہیں بلکہ ہر چھوٹی بڑی ذات اپنے کو برتر سمجھنے اور پھر سمجھانے میں لگی ہوئی ہے اس کے لئے اس کو کتنی ہی جدوجہد کرنی پڑے وہ اپنے کو منوانے کے لئے ہر ہتھکنڈا اپنانے پر تیار رہتے ہیں انہوں نے کہا کہ ایسے حالات میں جھوٹی جھوٹی باتوں کو لیکر اکثر تنازعات ہوتے رہتے ہیں جو کبھی بھی بڑے حادثے کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اس کا ایک ہی راستہ ہے کہ پورے ہندوستانی برادری اپنے آپ کو ایک سمجھے اور ایک بن کر رہے اگر ایسا نا ہوا تو ملک میں انتشار کا خطرہ لاحق رہے گا اس کے لئے ہمارے تمام تعلیمی اور سماجی اداروں کو پوری ایمانداری سے کام کرنا ہوگا، تمام مذاہب میں اس کی ہدایت بھی کی گئی ہے لیکن ہم ان ہدایات پر عمل نہیں کر رہے ہیں جیسا کہ مذہب اسلام کہتا ہے کہ اگر آپ کا پڑوسی بھوکا ہے چاہے وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو تو تم پر بھی کھانا پینا حرام ہے لیکن کیا خود مسلمان اس پر عمل کر رہے ہیں، ہر گز نہیں،، انہوں نے کہا کہ ہم تو اپنے ہم مذہب کی بھوک پیاس کا بھی خیال نہیں کرتے۔ انہوں نے اخلاص نیت پر گفتگو کرتے ہوئے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تمام اعمال کا مدار نیتوں پر وہ اعمال اللہ کے یہاں قابل قبول نہیں ہوں گے جن کا مدار ریاکاری اور دکھاوا ہوگا انہوں نے کہا کہ اخلاص نیت سے کیا گیا چھوٹا سا عمل بھی انسان کی نجات کے لئے کافی ہے ، دین کی اشاعت وخدمت کا جذبہ اخلاص نیت اور جذبہ خلوص کے ساتھ کیا جانا چاہئے تاکہ عنداللہ مقبول ہو، مولانا احمد خضر شاہ مسعودی نے بچیوں کی تعلیم پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ لڑکوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ لڑکیوں کی تعلیم کی بھی اشد ضرورت ہے کیونکہ پڑھی لکھی بچی دو گھروں کو روشن کرتی ہے اپنے والدین کے گھر کو بھی اور بڑی ہو کر اپنے سسرال کے گھر کو بھی انہوں نے کہا کہ آنے والی نسلوں کی بھی وہ بہتر طور پر کفالت کر سکتی ہے، تعلیم کوئی بھی ہو بری نہیں ہے لیکن پہلے اگر مذہبی تعلیم سے لڑکی کو آراستہ کیا جائے تو اس کو بہتر شعور حاصل ہوگا اس میں ایمانداری اور دیانت داری کا جذبہ پیدا ہوگا، عصمت وعزت، شرم وحیا جیسی بہترین صفات سے متصف ہوگی اور خدا ترسی سے وہ ہم آہنگ ہوگی جو آگے چل کر اس کو قوم اور ملک کی خدمت کرنے کا بہتر سلیقہ فراہم کرے گا۔ آخر میں جامعہ کے ہذا کے ناظم مفتی احمد خورشید قاسمی نے سالانہ رپورٹ پیش کرتے ہوئے تمام مہمانان کرام اور حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔

Monthly MUHADDIS-E-ASR Deoband

Register from Registrar of Newspapers for India U.P. URD.2000/R.N.10663

Contact: (Off) 01336-220471, Mob. +91 8006075484

Email: ahmadanzarshah@gmail.com

Printed & Published by Syed Ahmad Khizar Shah,
Mohtamim of behalf of JIMAS, Behind Eidgah, DBD
and Printed at Mukhtar Press, Samreen Printers, Deoband

انور ہال

نظارہ

دارالاقامہ کا اندرونی منظر

کا برآمدہ

دارالحدیث (انور ہال) سے باب معظم شاہ تک نوتعمیر شدہ سڑک

کا منظر

کتب خانہ

Jamia Imam Mohammad Anwar Shah

A/C No. 078600101002339

Corporation Bank Deoband, IFSC Code: CORP0000786